

آہنگِ سخن

ڈاکٹر غازی امان

مرے قلم نے رقم کر دیا ہے کاغذ پر
مری حیات کا گہرا مطالعہ کرو



آبنائے سُجخن

مسیری ہی ذات کا ہے لفظ لفظ میں عکس
مرٹے ہی شعر دن سے منید اموازنہ کھلوا

غازی آمان

مکتبہ حجتیہ جمع مصنفات

| | |
|----------|--------------------------------------------------------|
| نام | غازی امان اللہ خان |
| ادبی نام | غازی امان |
| وطن | ناگپور، بہار اشٹر |
| پیشہ | طب |
| تعداد | ۵۰۰ |
| اشاعت | جنوری ۱۹۹۵ء |
| کتابت | قاری محبوب احمد علی، |
| رورق | محمد سعید، عکاس پرنٹرز، تلعتارک، اورنگ آباد |
| ناشر | نور خان، ایکٹر لائین سپرد ائزر، اقبال مسعود، اکاڈمی نٹ |
| تیراہماں | گل ہمند، بزم صوفیہ، ناگپور |
| یمت | ۲۰ روپے |
| طباعت | نورانی پریس، مالیگاؤں |

مملوک کا پہنچہ

• مطیفہ بک ڈپو۔ محمد علی رود۔ مومن پورہ۔ ناگپور ۳۳۰۰۱۸۔

• حنفیہ بک ڈپو۔ مسجد علی چوک۔ اورنگ آباد ۱۰۰۳۳۱۔

• مجلس عرفان۔ ۱۳۔ نواب کالونی۔ ترجمہ اپلی۔ ۲۰۰۴۷۔

• شکھیل احمد خان۔ ۱۳۳۔ پنجی چال، نزد مل مپلے گرافند، نامذیر ۱۰۰۴۷۔

بنائے سُحن

انتساب

مُسینرے اموں جان و مسرپرست
عالیٰ جنابے میان خان ساجد فولڈنگ
آفیسِ N.T.C. کے نام
منسوب کرتا ہے، جن کی
شفقت، محبت، ہیرت
اخلاص اور تعلیم و تربیت نے
محھ میں ایک نیک و اور
اچھا انسان بننے کی
خواہش پیدا کی دے۔

پیش لفظ

اختت الزمال ناصر : سابق پرنسپل و ماهر اقبالیات

میں شاعری کو صرف دو خالوں میں بانٹنے کے عمل سے مستغق ہوں۔ اچھی شاعری اور بُری شاعری قدر یہ اور جدید کی تفہیم یا ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی بائیکی آوریش بہ عالم سلطنتی اور مشاہدہ کی کوتاه اندیشی کی آور رده اور پروردہ ہوتی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو شاعری کچھ نہ دست کے وہ زیاد کاری اور ضمیم وقت کے سوا کوئی اور مصروف نہیں رکھتی۔ اسی قبیل کی ایک الجھن اسر وقت پسیدا ہوتی ہے جب کسی شاعر کو ادب برائے زندگی کے نقیب کام رتبہ و مقام بخشا جاتا ہے اور تکمیل و تعریف کا حق یوں ادا کیا جاتا ہے کہ محمد و حنفے زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ اس کی شاعری کی داخلی، میجان اور خارجی انقلاب کے تصادم سے جنم لیا ہے۔ اس کا ہر شعر کرب و ابتلاء کی آزمائشوں سے گذر رہے یہ بلکہ اور بھی بہت کچھ ایسے شاعر کے قدر کو اونچا اور اونچا کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے جو معمولی اور ضروری فہم و فراست سے بھی بہرہ و رہنہیں ہوتا اور جس کی شاعری ایک ایسا عمل ہے جو حسن القدر سے مرد ہو گیا ہے۔ اسی کے پہلو بہ پہلو شعر کی ایک اور نوع نے بھی جنم لیا ہے جس کو مولانا ابوالسلام نے اپنے خطوط کے مجموعے "غبار خاطر" میں انا نیتی ادب کا نام دیا ہے۔ انھوں نے اس کے معائب اور محسن پر روشنی ڈالی ہے مگر یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ بعض عالی قدر شاعر دن نے اس ضمن میں جو کچھ کہلے ہے مصحح ہے۔ اقبالؒ نے اپنی موت کے قریب ترزمانے میں کہا تھا۔

سر دید رفتہ باز آید کہ ناید
نیسے از حجاز آید کر ناید

سر آمد روز گاز ایں فیقرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

سے وہ اپنے آپ کو دانائے راز سمجھتے تھے اور ان کا یہ عمل درست تھا، ان تمام باتوں سے بچ کر مگر ناممکن ہنسیں۔

غازی امان سے داقف بہت دنوں سے ہوں۔ مگر میں انہیں غازی امان لدھان کے نام سے جانتا تھا۔ غازی امان سے میر العارف تربیت رہا اسی بی کا ایک واقعہ ہے۔ وہ امان اللہ میں۔ اللہ ان کو پر

لے سجن

ان میں رکھے کر، شاعری اچھے اچھوں کو کہیں رکھتی۔ ویسے میں مطمئن ہوں، وہ بہت سال کر قدم اٹھا
بے ہیں اور رایساً سماں مسافر منزل تک بہر حال پہنچ جاتا ہے اپنی اپنے اطراف و اکاف کا انگزہ بے سے
بے خوف و خطر آگ کے دریا میں کھڑا ہوں
بیدار ضمیر دل کی تیاری میں پلا ہوں
رانجھی صاحب اقدار کی ہمت افزائی حاصل ہے۔

ان کی بھلائی کا کوئی طور نہ پا کر
موجودہ سیاست کا چلن چھوڑ دیا ہوں

دراسی لئے وہ محفوظ ہیں سے

ونعت ذات میری مکرم ہے

اس نعمتِ یقین و اعتماد کو سلامت رکھے۔

غازی امان کے بعض اشعار بلاشبہ اس امر کی ضمانت دیتے ہیں کہ وہ مستقبل قریب میں پیش
کم و استوار کریں گے۔

میں اپنے خول میں جب تک رہا حیرا ہوا
جو خود چھوڑ کے نیلا تو بے نظر ہوا
بستی میں ظلمتیں ہی رہیں شب کے بعد بھی
سورج فصیل شہر کے باہر رکا رہا۔
آگ کھر کی ہے تو گھر ہی میں بجاوے غازی
درنہ ہمسایہ بھی دامن کی ہواں دے گا

ہنسی کے ایک شعر کی دساطت سے میں ہرنے شاعر کو تلقین کرتا ہوں سے
شعر چاہیے خود کو پیا کے چلنے کا
تباه ہونے کی دنیا میں صورتیں ہیں بہت

اختر الزمال ناصر

رشید پورہ - اوریگ آباد
و جذوری ۱۹۲۰ء

ابتاً سُخنِ میری لفظ میں

نظیر علی عدیل

چہال تک شاعری کے ابواب کا تعلق ہے ان میں "غزل" اس کا ایک تابندہ و درختہ باب ہے، اور غزل کے معروف مفہومیں ہوتے ہیں۔ حسن و عشق، جمر و مصال، درد و علم، شکوہ و شکایت، موت و حیات، جمر و قدر وغیرہ یہی مفہومیں مستعد میں کے پاس بھی ہتھے، آج بھی ان پر خیال آرائی ہو رہی ہے۔ اور آئندہ بھی یہی موصوب فکر رہیں گے سوال صرف انہار کی ہمیت اور اسلوب بیان کا ہے جو شراء اس توجہ دے کر اپنی شاعری میں اضطرار و تحسیں کی را ہیں نکالتے ہیں وہ اپنے ذمہ کے رویوں سے بہت تر ہو جاتے ہیں اور اپنا ایک الگ مقام بن دیتے ہیں ہے۔

شعر کی فکر نہیں ہے کوئی آسان عدیل
بند شیشے میں بُشکل یہ پری ہوتی ہے

لیکن جو شراء شاعری کے ان اہم نکات کو پیش نظر نہیں رکھتے اور صرف شعر موزول کرنے کو شاعری سمجھتے ہیں وہ شاعری کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور شعری دنیا میں حرف علت کی طرح گردائی ہے جاتے ہیں۔

شاعری میں ان اہم نکات کو پیش نظر کھانا بید ضروری ہے شعر میں مضمون آفرینی اور اسلوب بیان کو وہی اہمیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں قلب فردح کو۔ جب تک شعر میں مضمون آفرینی کا رجاؤ اور اسلوب کا رکھ رکھا وہ نہ ہو وہ محض لفظیوں کا ایک بے جان ڈھانچہ ہو کر رہ جاتا ہے اور ایسے جان ڈھانچوں کی اردو شاعری میں پہلے سے کوئی کمی نہیں ہے اس لئے ان میں مزید اضافے سے حتی الوضع گزی کیا جانا پہلے بے الغلط دیکھ شعر محض قافیہ پیجائی کی بجائے براہ راست احساس کے وسیطے سے کہے جائیں اور ان میں مضمون سے مضمون نکالنے اور بات میں بات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو شاعری کا حق صحیح طور پر ادا ہو سکتا ہے۔ شاعری میں میر تلقی تیرے لے کر آج تک کے تمام شراء غزل کو ترجیح دیتے ہیں اور ان ہی مفہومیں پر لپٹے پنے انداز میں طبع آزمائی کرتے ہیں جو غزل کے پنچس ہیں لیکن غزل کے مقررہ و معروض مفہومیں میں کی نے اگر اضافہ کیا ہے تو وہ مولانا الطاف حسین حائل اور علامہ اقبال یہاں نے قومی، ملی و سیاسی مفہومیں پر شعر کہہ کر غزل کو ایک نئی جہت اور افاقت سے ہم کنار کیا۔ ان کی اس کوشش کو اتنی پذیرائی حاصل

ہر کو کان کے بعد سے آج تک جتھے بھی سوراہ گزرا اور گزر رہے ہیں ان کے کلام میں غزل کے دیگر مضامین کے علاوہ قومی، ملی اور سماں کی مضامین کا بھی رضاہ اور اتهام ملتا ہے یا سے ہی شاعروں میں غازی امام اللہ خان غازی امام بھی شامل ہیں جن کے کلام میں بصر پر غزل کیس، "اتبایا" کے جگہ لگاتے پر تو ملتے ہیں اور جو پڑھنے والوں کو چکا چوند کر دیتے ہیں سے وسعت ذات یہی محکم ہے میں سمٹ جاؤں یا بکھر جاؤں ایک قطرہ بھی اک سمندر ہے تیشجی سے ہوا یہ اندازہ سکوں ملیل ہے نوک خار پر اہل فناوت کو پہ گلوں کی سیچ پر بھی بوالہوس آرام کو تر سے انسان کی بجلائی کا کوئی طور نہ پا کر پہ موجودہ سیاست کا، چلن چھوڑنے رہا ہو ہے نظر جن کی ہمیشہ ہی سے مستقبل پر پہ زندگی کو وہی میدان مل گئے ہے میں اگ گھر کی ہے تو گھر اسی میں بھادروغazi بہ درستہ ہمسایہ بھی دامن کی ہواں دے گا شرارِ کربلے، ضرب شدیدے پیدا پہ کہ ہوتی ہے رگِ حاس پھر وہ میں بھی اُبلى سخن کے مطالعے سے ایک میں ہی نہیں بلکہ ہر پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کاغذی اماں احساس و ادراک کے شامر ہیں ان کے شعروں میں شعوری الفرادیت بھی ہے اجتماعیت بھی۔ انکی فکر ردا یا تی موضوعاً سے ہٹ کر عصري اور قومي و سیاسی موضوعات کے ارد گرد گھومتی ہے اور اس دور کی مکمل نمائندگی کرتی ہے۔ پشا الفاظِ دیگران کا شعری رحمی بحاسیت پسند ہے جو شعری محسن اور زبان کی نزاکتوں کے متوالن امتراج سے بکھر بکھر گیا ہے غصہ میں مسائل کو اس طرح شعری جامی پہنلتے ہیں کہ گونگے الغلط بول اٹھتے ہیں اور تحفیل کے حسین پیکر لگا ہوں کے سامنے ناچھنے لگتے ہیں ۵

اس جہاں کا قدیم شیرازہ پہ کیسے بکھرا ہوا نہ اندازہ نظام سیکھ ساتی سمجھ میں کچھ نہیں آتا پہ کوئی سیراب ہو جائے کوئی اک جام کو تر سے بے خوف و خطر آگ کے دریا میں کھڑا ہو پہ بیدارِ ضمیر وہ کی قیادت میں پلا ہوں نہ قیام کر سکا اک جگہ کسی شہر میں کسی کاونڈ میں پہ وجود کیا ہے، عدم کیا ہے جب یہ جان گیا نہ قیام نہیں اکیلامیں مر ساہد دریدری رہی پہ میں شاہ راہ توکل پہ بے گ ن گیا ایک محصور کو وہ کیا دیتے پہ جھوڑ کیا دیتے یا اٹھادیتے پھول کلٹے، قلب زد شتر، تہیتیں دشام سب پہ رحقیقت زندگی کے ہو گئے ہیں نام سب صبط توازن، دل گرفتگی اور دل شکستگی کے اضطراب و اتهام کی چند مشاہیں دیکھئے ہے

ابنائے سخن

کوئی بھی میرا نہیں ہے، میں برائے نام سب
ہم جنہی سے پھرتے ہیں اپنے ہی شہر میں
میں بھی پڑو کے بھے ایسا نہیں نکتا
احباب کر کے تھک گئے ساز شہرے لئے

وہ آستین میں چا ٹھاگمان تک نہ ہوا
غائب اماں کی شہری کی عمر میں ۲۵ سال ہے یعنی دہ ۱۹۶۶ء سے شرکت ہے یہ لیکن "آبنائے سخن" کے مطابعے سے ایسا نکلے
جیسے وہ صدیوں سے شرکت ہے ہی فکر میں گہرا اور گیرائی بھلے ہے، سادگی درد انی بھی ہے، زبان کی سلاست اور فن کلارنڈرو بست
بھی پائی جاتی ہے وہ اسی طرح اپنی مشقا جاری رکھیں تو دوسرے بھوکھ کلام کی اشاعت پنے نام کی طرح جب ہنسی کر غائبی سخن"
بھی بن جائیں میں ان کے مزید چند شعر دیج ذیل کرتے ہوئے ان نیک توقعات و ابتداء ہوں اور "آبنائے سخن" کی اشاعت
پر مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں ہے

انسان خود انسان کا دشمن ہنسی ہوتا
جو اپنی ذات سے محروم نہ ہلتے ہیں
تو سمجھو حسد کا دھگھر ہو رہا ہو

انسان کا کردار جنم دیتے ہے اس کو
عنوں کی بیڑ میں ایسے بھی فرد ملتے ہیں
بلند اپنا رتبہ، اگر ہو رہا ہے

رُباعی

تُلخی گردشِ دوران نے یہ کر دالا
کچھ تو ماضی کی اذیت سے زبول لے گئے

• نظیر علی عدَیل

بیت النظیر ۱۹۵۰ء۔ ۲۔ ۲۳

مغل پورہ۔ سادا ۰۰۰۲ پی، ۵۵۵۵۵۲

حَرْفِ پَخْنَدْ

میری سخن فہمی اور سخن دری کا آغاز ۱۹۶۷ء سے ہوا۔ شروع میں ادبی و معاشری مصائب نکلے، پھر قدری مندوخت نے شعر طرف راعب کر دیا، اس دفت سے باقاعدہ مشعر کچھہ رہا ہوں۔

اپنے ادبی ذوق کو سفارتے کی میں ہے۔ مقدر بھر کو سشنٹ کی ہے، اور دل کی شعری اور ادبی روایات سے دلیقت حاصل کئے لئے، اساتذہ کی محبت اور ادبی اچھوں سے دلستگی کا ایک طویل سلسلہ رہا۔ میرا زیادہ سے زیادہ دفت سخت کتب، گذرے۔ قدیم شہزادے کے کلیات، کلاسیکی ادب اور جدید سخن درود کی شعری تخلیقات کو بڑی عرق ریزی اور دل جمعی سے نہ کا موقع ملا۔ اور دل مقایف کے ساتھ ساتھ فارسی ادب کا مطالو بھی رہا۔ اس محبت نے میرے ذہنی شعور اور ذوق شعر جو نئی جہتوں نے نہ آشتا کیا۔

ادبی مال میں شعرگوئی کا آغاز صلیع ناذیر ہے۔ شروع ہوا اور تمام کا سلسلہ۔ بھی بالترتیب ناندیڑ اور ارنٹ آباد میں درگ بھویشن کے میری، اپنے دہن ناپگور کو مرما جمعت ہوئی۔

میو سے اپنے شعری نظریے کی وضاحت کرتا مزدروی ہنیں سمجھتا۔ دیسے بھی نظریات علماء داکا برین کے ہوا کرتے ہیں۔ میری شاعری کی اساس میرے ذاتی بھرتے ہیں۔ ان بھرتوں کی بیناد پر میں نے اپنی شاعری کی عمارت کھڑی کی ہے۔ سنت زمانہ، تبلی واردات، زندگی کے شیب دفراز، اپنے اور غریب کے سلوک نے جو سبق سمجھائے ہیں، آپنیں شعر کی دی ہے۔ میری شاعری میں زمگی تغزل، زمگی لطف، مذہبیات و سیاسیات کا زمگ شامل ہے۔ اس کے باوجود میری سمجھی سیاست کے تابع ہنیں رہی، اور نہ حالات سے میں نے سمجھی شکست کھانی ہے۔

ویسے تو، هر صنیف سخن میں طبع آزمائی کی ہے، یعنی غزل میری پسندیدہ صنف ہے۔ میں خود کو بڑا شاعر ہنیں سمجھا اور ن کی حد تک شاعری کی ہے۔ یعنی شاعری کے آئین اور فنا باط کے خلاف سمجھی کوئی قدم ہنیں اٹھایا۔

روایتے درجیدیت میرے نزدیک دلوں ہی پسندیدہ اسلوب شاعری ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سچاون قدیم وجدید تزاج سے جنم لیتا ہے۔ میں نئی اقدار کا دل سے گردیدہ ہوں، یعنی پرانی اقدار سے اخراج بھی ہنیں ہے۔ اور روایات سے بے کونکرد من کیے اپنائی چلا بخنس سمجھتا ہوں۔

میرے مطابع میں حضرت رَدْمی، جَاتِی، عَرَقِی، اقْتَالَ، خَافَنَ، حَالَ، جیسے شہزادِ کرام ہے ہیں، ان کے کی بھڑائیاں، دعوتِ عمل کی بعیرت، جاہلیاتی دقار، تو قی دملی درد، شعور دآہی، فنی کمال، اور ندرت بیان کو عین نظر سو

ابنا میں نسخن

دیکھنے کے بعد مجھے یہ احساس ہے کہ ابھی میری شاعری طفیل مکتب ہے اور یہ بھی احساس ہے کہ شاعری، صرفت کی مانند پایا ہے اور اس کی ساختوں، سطحوں اور ہٹوں کا کوئی سُثر ہمارے ہیں ہے

لبتے یہ قاری کے پانے مذاق پر مغفرے ہے کہ وہ جس رنگ کو چاہے پسند کرے۔ میرے اس جھوٹوں میں دلوز کلام شامل ہیں، علماء ادب اور اساتذہ فن میرے مذاق شاعر کو سمجھ کر ادب میں میرا کوئی مقام میعنی کر سکتے ہیں۔

اس سے جھوٹوں کلام میں شامل غزلیں، نظمیں، ۲۵ سال کی مشق کا نتیجہ ہیں۔ یہ میرا پہلا جھوٹوں کلام ہے۔ میں مشکو سابق پرنسپل، ماہرِ اقبالیات، استادِ سخن حضرت اخْرَ الزَّمَانَ ناصر کا، جھوٹوں نے میرے کلام پر پیش لفظ کی صورت میں فرمایا اور آئینہ کھیدے نیکٹ مشوروں سے لوازا۔ اسی طرح جانشین حضرت صنفِ ادنگ آبادی، عالمجنب نظر علی، حیدر آبادی کا جھوٹوں نے میری شاعری مجھے خددخال کو احسن طریقے سے اُجاگر کیا، یہ جانشین حضرت طرفہ قرقشی، امِ سخن شارق جمال ناپکوری کا جھوٹوں نے میرے کلام سے مختلف اپنے منظوم خیالات سے تاریخی قصہ کی صورت میں لواز کر میری افزائی کی ہے۔

حضرت علامہ کلیم ہزاردی ترجمی اندیسوں راز ناپکوری کے ناریکنی تھعات نے اس کتاب کی ایجت کو درد بالا کم ترتیب دلباعت کیلئے پرد فیض محمد فیاض حب بجناب کے۔ جی۔ محی الدین فی ایس سی۔ کتابت کیلئے جھوٹ احمد بن عقبہ بنات نذرخان صاحب اور عزیز زم اقبال مسعود حب سرور قیمی انصاری محمد سلیم حب عکاس پر نڑاز میرے شکر کے سُتحق ہیز مرزا علقدار احمد حب اور الحاج عبد الغفار صاحب مہرو انددر۔ جناب یعقوب سترلیف بجنی حب۔ جناب نعیم القادری ترجمی، علی بن سعید بادیزیر۔ جناب ساقی حیدر آبادی، مولانا محب محمد قادری تاٹڈی۔ الوزملی۔ عارف خورشید، مقدمہ بختم، مولانا سکندر عالم احمد حسین رہبر، محمود سرشار، سکندر خان محب، ماسٹر محمد صدیق ادنگ آباد۔ ابوالکلام صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج، کیلئے عہد الریب جرالحمدی عزیز منطق، جنتیل اقبال، رفیق سعید۔ محمد مستحق مسلم کینین ناپکور کے محلہ اون مشوروں اور رہنمائی کے سے پا شکر و سپاس ہوں۔

میگی بزرگ اہدِ احبابے میرے مختلف جو کچھ سحر فرمایا ہے وہ بزرگانہ لطف و شفقت اور مشفقاتہ ہمت افزائی پر میں ان خلوص بھرے لفظوں کا ہمدرد دل سے مِفت کردار ہوں۔

”کو قبول افتخار ہے عز و شرف“

خازی امان
نومبر ۱۹۹۱ء

تاریخ آباد ناپکور

Dr. Amanulla Khan
TAJ DAWAKHANA
Opp. Vigyan Vardhani M.L.C. School
Deodi Bazar, Aurangabad - 431 001.

برائے جوڑ بہان - بحث

شارق جمال ناپکوای

ذبیبِ حرف سُخنِ آبنا کے سُخن

ذبیبِ حرف سُخن، آبنا کے سُخن
خفتہ علم و فن، آبنا کے سُخن
لور صبح سُخن، آبنا کے سُخن
مشقِ فکر و فن، آبنا کے سُخن

نارشیفِ عالمِ دُن آبنا کے سُخن
ایک اک صفحہ، الفای عالم و یقین
آب لعلِ میں، آبنا کے سُخن
ایک اک لفظِ میں شوگر آب زم
سلکِ مریدِ مدن، آبنا کے سُخن

دعوتِ فکر ہے بہتر نقد و تعریز
دیکھیں لفتِ دفن آبنا کے سُخن
اپنے معنوں میں معنی کو لے جائے گا
آجھن آجھن، آبنا کے سُخن

کیوں نشاخِ ادب پر کھلیں گل، کہ ہے
لو بہارِ جھن، آبنا کے سُخن

نکہ خادِ شان، لور قصرِ الادب
ہے سُخنِ کی کرن، آبنا کے سُخن

کھدو شارق ہے، نرمِ ادب کیسے
کیل جدت سُخن آبنا کے سُخن



قطعات تاریخ

از * مُسن قوم، سالار ادب حضرت علامہ کلیم ہزاری، ترجمہ اپنے

ہر غسل جان اور دن گز نیاں ہے
ہر درق، فکر دکاوٹ نشان ہے
کوئی پوچھے کہ ہے کس کی یہ فکر
بکمد! افکارِ غازی اماں ہے

۱۴۱۲ھ

* آزاد یوسف لاز ناشپوری

اختیہ برج آسمان ادب
حرف روشن ہے آبنا گئے سجن
لکھ دو لے رازِ معرفت گئے تاریخ
خفیہ فن ہے آبنا گئے سجن

۱۳۷۸ھ



حمد باری نقائی

کسی بھی نئے کا ہمیشہ نہ ہو گا نام و نوند
فنا ہے رب کو، لم ہے گا جہاں میں تیرا وجود

محض لے عقل کر، الفاظ دے نہیں سکتی،
خود گئی فہم سے بالا ہے تینہ نیازات نہیں

ظہورِ عالم کوں دی مسکان ترا منشاء
ترے خیال کی تکمیل ہے ببشر کا وجود

ترے سوا نہیں سجدہ کسی کھوڈ نیا میں
فقط ترے ہتھ لئے دقف، میں رکوع و سجود

کہیں جمال ترا ہے، کہیں جلال تیشا
تو ہی کہ باغ برا، میم، آتش نمود

ہزار را ہبہ کے خضر ہوں تو کبی حاصل
ترے بغیر ملی کس گھومنزل مقصود

لَعْنَةُ

ذکر بنی سے زنجٹ بھرا دل نکھر گی
عشق بنی ہوا تو عقینہ سنور کی

جب آپ آئے فلامیت کا خود ہو گئیں
عسل داعل کا لونہ جہاں میں بکھر گی

دہ زہر کا اثر ہو کہ آشوب چشم ہو
ان کا لگا، تعاب دہن اور اندر گی

آئے حکم سلامی سر کار کو جہاں
دیکھا دیں سلام کو آخر شخ بد گی

پایا بنی کا حکم تو سورج پلٹ پڑا
اس معوب کو دیکھو کر کا بس اور تھی مرنگیا

یہ مرتبہ کسی کو بھی اسپتہ کا ملا نہیں
ملنے خدالے غرضیں علی پریشہ رگی

غازی کھوں تھا یاد بنی کا یہ فیض ہے
بکھرا ہوا نسبت تھا میر سنور کی

کیسے کہوں ہنیں کہیں تہہ نگایوں میں تو
اک اک لفڑ ہے قلب کی ہجرا میوں میں تو

جلتے ہٹوٹے مکانوں کا ہر گرد تھا سحر
دیکھا گیا ہے پھر بھی متاثرا یوں میں تو

پایا ہیں ہے ذات کو یتربی کہاں کہاں
غزڈ میں ہر حسین کی انگڑائیوں میں تو

موجود را جائے میں بھی تیرگی میں بھی
لدنچ سے ہر ہیوٹے میں پر چھائیوں میں تو

ہر صورت کیف بار میں تیرا وجود ہے
لغنوں میں تو ہے ؎ میں ہے نہنا یوں میں تو

ہر شے میں ہر مقام پہ پان ہے یتربی بو
فظرت کے ہر لفڑ میں پر چھائیوں میں تو

پھولوں کے لب پہ تیرا بتم ملا ہیں
ہنسنا ملا بہکار کی انگحنیوں میں تو

جھو کو یقین ہے کر کے رہے گا ڈی فتح یا ب
غازی کو کیسے دیکھے گا پس پیوں میں یتربی



وجود کیا ہے عدم کیا ہے جب یہ جان گب
میں شاہراہِ توکل پہ بے گب ان گب

قریب تھا تو مجھے بے دف اکھاں نے
گذر گیا تو کھٹکیا رے قدر دان گیا

ہے بستکدے کی نفاؤں میں نور کی بارش
کوئی ضرر میہاں نے کے پھرا ذان گیا

دُہ ایکسٹ لمحہ جو بختا تھا یتری قربت نے
مسٹر توں کی ریدا میسے سر پہنان گیا

زمانہ آج، کنی رکھے ہے آزمائش میں
زمانہ کل بھی مرالے کے امتوں ان گیا

نام بخت با عزیب الوطن ہوئے فازی
سکون چین گیا، ہم رکھے ہم سکان گیا



زندگی بھر اکیں اک پل ذکر شو کرتی رہی
یہ زبانِ مسینی ہمیشہ توڑتی رہی ذکر کرتی رہی

خدیعت خلقِ خدا جو عمر بھر کرتا رہا
رحمت باری اسی کو سُر خرد کرتی رہی

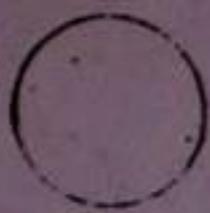
اسکی چاہت کے تقدیق اُسکی قربت کے نثار
میری اک اک سانس کو جو مشکبو بکرنی تر رہی

ظلم کے طوفانِ زمینِ امن سے آٹھتے رہے
بدگشانی آدمیت کا، لہو کرتی رہی

یہ حکومت پر زمانہ یہ غرعنگ کی دوستی
ہم عزیز ہوں تجیسے پیدا عدد کرتی رہی

خوف عصیاں سے رہا میں نہ ہصر محو موجود
آنکھ بھلی اشک فِ ندامت سے دھنو کرتی رہی

معترک آرائیوں میں کٹ گئی عمرِ عزیز
نا مرادی مردِ غازی کا، لہو کسری آرہی



بکھر میں پستی میں آج اُتھ جاؤں
یہ بھی مسکن ہے کہ بھر جاؤں۔

بزدیل ہے یہ سوچیں بھی مرا
منہ پچھا نا پھر دن کو مر جاؤں

کیا ضروری ہے ددی حاضر میں
ہر جگہ میں جعلکا کے سر جاؤں

ذہن نہ دیم بے اک بقادم سا
میکدہ جو دن میں کر گھر جاؤں

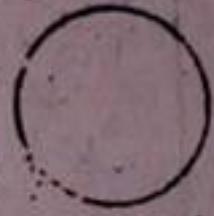
چانے کب بوٹے یشنا الفاسن
گھر سے جاؤں تو بیل کر جاؤں

دستِ ذات میں نہ عکم ہے
یہ نعمت جاؤں یا بھر جاؤں

دقت کس کو ہے اتنا بوسوپے
میں بھی دنیا سے معتبر جاؤں

جنت بحقیقی زندگی لئے کر
سوچتا ہوں، کدھر کدھر جاؤں

دشمنوں کی صفوں میں لے عنازی
جو ۱۰ چاہے بے خطر جاؤں



اک وہ ممکنہ طفیل کی تصور، ایسی حقی کہ بسن
آئے دلتے کل کی دہ تعبیر، ایسی حقی کہ بسن

اس کے آگے ہر ساعت قتل یکوں ہوتی نہیں
زبرد لب الفاظ کی مشتبیر ایسی حقی کہ بسن

جاگتی آنکھوں کے ہارے میں ہٹوا مقص کردھیط
کل کے پہنچنے خواب کی تعبیر، ایسی حقی کہ بسن

بن کے جگنو دہ ستاروں کی چکت دیتارہ
ہر طرف ماحول میں شتوبر، ایسی حقی کہ بسن

مشتملیں آنکھیں چرانے کے عمل میں لگ گئیں
آہ! اس درہ گھیر کی تقدیر، ایسی حقی کہ بسن

ہر گھرہ کو ایکھی سی سکو شش میں کھل جانا پڑتا
ذہن محسوسات کی تدبیر، ایسی حقی کہ بسن

جسکی ہر آیت نے غازی ذہن ددل ردش کیا
عذشتار دد سورہ تطہیر، ایسی حقی کہ بسن



اس سے بُخھے خلاص کا رشتہ نہیں لگتا
میر بھی ہوں پڑ دتا بُخھے ایسا نہیں لگتا

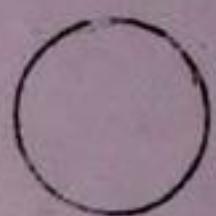
مر جا بہوا اس کو نظر آنا ہے چھٹو
کیوں دن بہ اب بلا کبھی تازہ نہیں لگتا

اک ایک کیز آگ کا شعلہ سا لگے ہے
سوچ جو سر دل پر ہے وہ ٹھٹڈا نہیں لگتا

جو ہندم کا تو پانے زمانے میں سندھ
کیوں آج وہی قطے کرت جیسا نہیں لگتا

لفظوں کی مشاہس آج ہے ہر ایک کے لب پر
نہ ہر موت دل کا کوئی کالا نہیں لگتا

غازتی جو کرے جنگ کے احس کو زندہ
اس دد کا ایسا کوئی نفس نہیں لگتا



وہ شخص دیکھنے میں جو اگر شنگ دست ہے
لیکن فیقر شہر کے سائے میں مت ہے

طفاں شربے شہر میں آنکھیں کھلی رکھو
مانا کہ چار دس سیمت کرٹا بندوبست ہے

حملوم ہے مجھے مرے ایسے عجی ددست ہیں
ہو جائے سامنا تو کہیں حق پرست ہے

وہ آدمی جو خود کو سمجھتا ہے سر بلند
اس کی نظر میں آج ہر انسان پرست ہے

جن پر زمانہ عشق ستم کھر لاء ہے آج
اُن بے کسوں کا گون یہاں پرست ہے

غازِ می کجھی دہ کھلتا نہیں عالم سطح پر
وہ رست جس کے سینے میں رازِ آئست ہے

ہیں جو دا قفن غصہت فنکار سے
حظ اٹھاتے ہیں مرے اشعار سے

تینہ گی کے پادیں شبے میں جم کجھو
پکھو اُ جالوں کے غلط کردار سے

شبے سکولو د درافت کی دلیل
حلقے سے ، ایثار سے اطوار سے

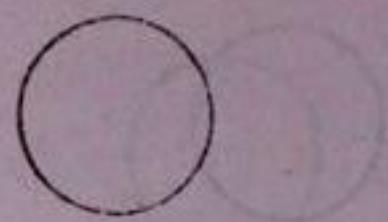
صورہا تھا شب کے سناٹے میں جسم
آنکھ جانی ، صبح کے آثار سے

یہ بھی سانپوں کا ہے کھ سمجھا نہ تھا
بے خبر نجا آسینین یار سے

تھا گراں تر عکس اُس کے جسم کا
بگر پڑے ہیں آئیں دیوار سے

معرفت اس ذات کی شکل سہی
ہاں مگر ! آسان ہے افکار سے

زد پ سورج کی ہیں عنازی آج لوگ
کٹ رہے ہیں بھرن کے دار سے



نقش پامال سہی راہ کا پتھر نہ سہی
عکس آپسہ سہی دست سکندر نہ سہی

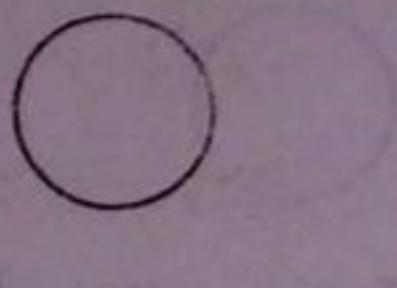
آن کی نظر دل میں جو رہنا ہے تو کچھ بن کے رہو
غیر قطع ہی سہی زغم سخندر نہ سہی

کل کھاں ہوں گے قدم میکے بخشے کیا معلوم
ادج پر آج اگر میں را مقدر نہ سہی

راحت قلب تو ہے تند کرہ باع غلیل
آنکھ میں آتش مزدود کا منتظر نہ سہی

مُعا یہ کہ پت گاہِ محبت میں رہوں
آپ کا سایہ دیوار سہی در نہ سہی

یہ بھی کیا کم ہے سخن در میں شمار ہونا ہے
غازی خاک لشیں آپ کا کم تر ہی سہی



گو جہاں میں پڑے تہس ا رہنا
زندہ دل بن کے ہی زندہ رہنا

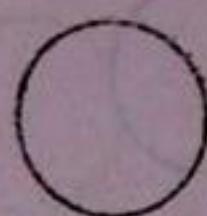
آج کے دور میں اچھا ہے یہی
اپنے ماحول میں تہس ا رہنا

اکٹھ علامت ہے یہ بے فکر دل کی
ہر لفظ ذہن کا سویا رہنا

سیدھے سادوں کی کھماں یہ فطرت
بے بنب لوگوں سے ٹیڑھا رہنا

آج کے دور میں مسکن ہی ہمیں
من کا! تن کی طرح ا جلا رہنا

ہے نشانی یہ بڑوں کی غازی!
ایکٹھ دریا ہمیں قطعہ رہنا



میں دہ پڑا عَجَت کہ جو جمل کھر رکارہا
تازندگی ہوا دُل کی زد پر رکارہا

بُشْتی میں ظلمیں بھی رہیں شے کے بعد بھی
سورج فیصل شہر کے باہر رکارہا

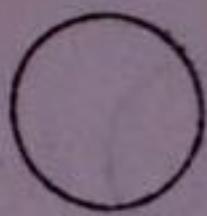
در دازہ اس کی آس کا جب تک کھلا ہیں
دیوانہ اپنی صِند پر برابر رکارہا

حیرت کا عکس پڑھتا رہا شہر دری تک
موسم کے قتل ہونے کا منظر رکارہا

پھر آئیں گے فرد درختوں کی شاخ پر
اس آس پر لئے ہوٹے پھر رکارہا

جا شیگی جس یقین کی اس اک گن پر
عرفان د آہنی کا پھیپھی رکارہا

غَازِي ضادِ شہر پہھا کوئی بد حواس
گھر اپنے جا سکا نہ ده ڈر کر رکارہا



اس جہاں کا قدیم شیرازہ
کیسے پھر؟ ہو انس اندازہ

ہوتھی کیسے — اندازہ
اس کا پھر ہو جب پس غازہ

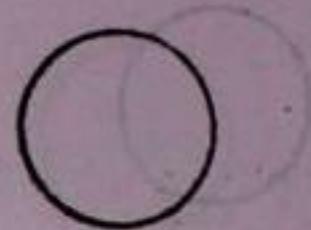
جہند داہل ہوس سے گھشن میں
پھول کے زخم ہیں ابھی تازہ

یکوں نہ کرے میں دھوپ در آئے
کھول کر میں گئی تھا دروازہ

اے جنوں کون سا؟ یہ عالم ہے
نہ خوشی کا نہ غم کا اندازہ

لفٹ کو، کار بد عجلہ ہی لگے
ہے برا میگن اس کا خیا زہ

بابِ عشرت مہیں ہے داغازی
درد د غنم کا کھلا ہے دردازہ



نہ تو مرنا دل رفاقت توں، کا خیال رکھنا
تم اپنی پچھلی عتیتوں کا خیال رکھنا

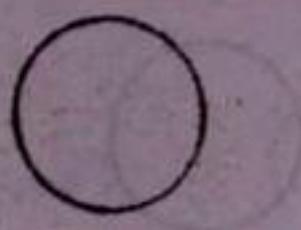
اُبھر تا سورج نہ ہو مہرگاری نظر کا محور
غزد بب ہونی علا متوں کا خیال رکھنا

سنگر میں سورج کی تیز کر لون کے مد ہوں گے
نہ دھوپ کھانا سامنتوں کا خیال رکھنا

دبی ہوئی انیقتام کی آگ آج بھی ہے
اُبھر نہ پھر سے، بغاوتوں کا خیال رکھنا

نے متدن کی روشنی پا کے شہر میں تم
پُرانی رسسوں، ردایتوں کا خیال رکھنا

مخاذ پرلوٹ نہ جھولنا، جا کے حکم فائد
دہاں بھی غازی ہدایتوں کا خیال رکھنا



کوئی حکمت، کوئی تدبیر بتا کوئی ہے
اے میسوا، میں ہدنی میسر ددا کوئی ہے

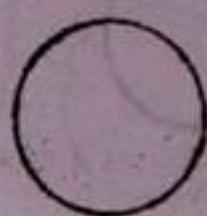
بھی آئندہ، بھی عکس ہی رہ جائے ہے وہ
میں ہوں یحربت میں کہ یہ اسکی ادا کوئی ہے

بھی دنیا، بھی ہے عالم لا ہوت موتام
راہ یہ جذب کی اے راہ منا کوئی ہے

نکڑے نکڑے ہے بدلن ذکر خپلی کے باعث
لوگ لا اعلم، میں آخر یہ دفا کوئی ہے

سامنے رہ کے دکھانی ہنس دیتا میں مہیں
مجھ سے کہنے کو مری اسیں خطا کوئی ہے

دستو! ہو گی فازی کے عمل سے ظاہر
بزمے رزم میں جانے کی ادا کوئی ہے



مبارک یہ چہرے کی نظری یہ من
کہ مشرما تے دیکھ جو زنگھ شفعت

اسی کا ہے فتحہ بست در سین
دہی نام ہے ازورق تا ورق

یہ کس کا ہوا آسمان بن گیا
یہ کس کے ہوئے رنگت شفعت

مرا جسم حاٹ کے اندر نہیں
ہے سر پر رکھا آفتابی طبق

ہے ترا دئے روشن نظر میں مری
مقدش محبیف ، مقدش درق

منور ہیں میرے حروفِ بدنا
یہ روشن ہوں کاغذ پ مشی شفعت

بھتے خوف باطل ہے غازی عبیث
بلند اور کمر اپنی آواز حق



حاصلِ عشقِ دل افرادِ ضیا میں دے گا
دینے والا بخشنے پر کیف فضایاں دے گا

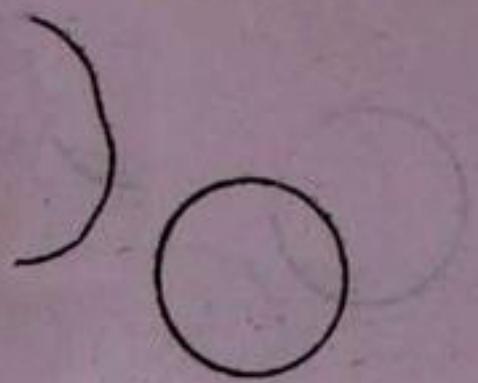
خلدِ دے گا کہ جہنم کی فضایاں دے گا
کون جانے کہ نجھے کیسی سزا میں دے گا

لطف کی عیک ترے در سے جسم نہ سکنی
دہ عز بیب اور نجھے دل سے دعائیں دے گا

اُنت یہ دھشت زدہ ماحول یہ ہنگامہ شور
کون انسان میہاں آئے گا صدائیں دے گا

جسم جو آج کھئے جاتے ہیں کل بھی ہوں گے
سفیف وقت کو دینی ہے سزا میں دے گا

آگ گھر کی ہے تو گھر بھا میں بھادڑ غازی
درنہ ہے یہ بھی دامن کی ہوں یہیں دے گا



مُتَرَدِّعِهِ مِنْ حَالٍ يَكُونُ آخِرَهُ
مَذْلُومٌ مِنْ دَصَالٍ يَكُونُ آخِرَهُ

يَبْشِّرُ بِنَفَاضَةِ جَنَوْنٍ كَا تَيْنَةٍ چَلْوَ
عِيشَقٌ مِنْ إِعْتَدَالٍ يَكُونُ آخِرَهُ

آپِ اپنا جوابِ جب خُودٌ ہیں!
آئُینے سے سوالِ یکوں آخِرَهُ

دے، ہی سکتا ہے کیا یہ بے چارہ
آدمی سے سوالِ یکوں آخِرَهُ

سوچتا ہوں جنُوں کے عَالمِ میں
پچھے خوشی پچھے ملالِ یکوں آخِرَهُ

پرے اطرافِ اس زمانے میں
اپھے لوگوں کا کالِ یکوں آخِرَهُ

وقت بدلا مگنِ ترا عَتَازِی
ایکٹ جیسا ہے حالِ یکوں آخِرَهُ



ہم نے مانا! سین صدی کا خوشنما آغاز ہے
ادر سچ پوچھو تو یہ بھی دُدھ کی آداز ہے

درد کرہ دل میں جگہ دے دُور کی عنکبوت سمجھنے
دُور ہی انجیبام ہتھی دُور، ہی آغاڑا ز ہے

جذبہ خود ائمہ اُدی، سرفرازی کی دلیل
جذبہ خود اعتمادی سے بشر مستاز ہے

ظنت کے آگے مجھکلتے سر، یہ ہوتا ہے نہیں
جس کو پانے خالق کون و مکان پناز ہے

مر جات تکیل ایمان سے مجھے کر سرفراز
یا الہی تیرابندہ گوشش برآداز ہے

آج کل بُٹا حصہ ام آدمیت کا زوال
بندہ مومن کی دنیا کا بیجیسے الملاز ہے

عشق سے غازی سکون ازندگی لطفِ دوام
عشق کے ہر دم سے فرد بُغزِ سوز و ماز ہے

عذایت ہے یہ رو پر خط کے کی
کجھ بے خوف بڑھی میسرے جگہ کی

ند ہو دنسیا میں جس کا کوئی مرکوز
وہ کھائے تکیوں نہ ٹھوک سر در بد رکی

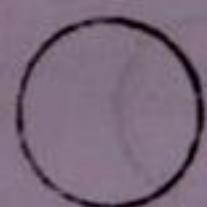
ترس آہی گیا رحمت کو اُن کی
جو میں نے پانے عصیاں پر نظر کی

میں بشد آنکھوں سے کھپی دیکھوں ممتنیں کو
یہی مندرج ہے ذوق نظر کی

بڑھایا یار نے خود اپنادامن
خدا نے شرم رکھ لی چشم تر کی

چکٹ آنکھوں میں ہونٹوں پر قسم
ہجوم عتم میں ہم نے یوں گذر کی

بہت دنسیا کو دیکھا تم نے غازی
کردا ب فکر ، انجبام سفر کی



فردِ غُل بخین ماہ دشتری کیا ہے
ترے جمال کے آگے یہ رخشی کیا ہے

قرار دیدہ ددل کو ترس رہا ہوں میں
مرے وجود کے مالک تری خوشی کیا ہے

بکھری ہے مائل گریہ بکھری ہے خندہ بلب
نشاطِ عزم کا متاثر ہے آدمی کیا ہے

بہارِ لالہ دُگل اس لئے عَزیز نہیں
میں جاتا ہوں نائل شکختگی کیا ہے

ترے کرم نے دو عالم سے کردا آزاد
خیالِ موت ہے کیا الْهُفِ زندگی کیا ہے

اسی میں عَصْرِ مرت جذر گئی اپنی !
بکھری دہ پوچھتے غازی تری خوشی کیا ہے



لہے گی سر کو جھکا رے یہ شوکت اورستم آگے
غلام ہو گا زمانہ رکھو جو، تم در، ہم آگے

میصتوں میں جہاں کی رہے ہیں سب سے ہم آگے
جہادِ ریاست میں اکثر چلے ہیں دد قدم آگے

دہ، ہم ہنیں کو سفر میں رہے جو یچھے کسی سے
رہے ہیں سائیفتوں سے ہم، ہمیشہ دد قدم آگے

قدم قدم ہے اذیت، ہر لیک سانسِ معیبت
اسی پر ختم ہنیں ہے، بہت ہیں اورستم آگے

دہ بے زبان سے بپھر، تراشا تھا جہنیں ہم نے
ایکیں کے یچھے ہیں اب ہم دہ بن کر میں صنم آگے

رکو! فزاد دستم سے، فریب دد نہ د طن کو
فادیلوں نہ رکھا واب، یہاں کا عسلم آگے

عکھے جاں شارش کے ساتھی تھا دل میں شوق شہاد
مقامِ جنگ پہ غازی، رہے ہمیشہ ہم آگے

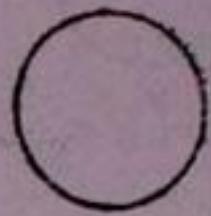


آدم خاگی کے آجے قدسیاں ہیں سرنگوں
پیتوں کی شان و عظمت رختوں میں ہے کہاں

چند لمحے سے جس میں مر امورِ خیال
ایسا دریازندگی کی دعوت میں ہے کہاں

رشتهُ الناظرینِ لذان جس سے جان لے
باتِ ایسی آج تکی صوربوں میں ہے کہاں

گاعنیتِ ہستیے ملتا ہے سراغِ زندگی
لطف سکتے ہیں جسے وہ راستوں میں کہاں



خوشنی بھی دیتا ہے مجھ کو طال دیتا ہے
یہ اُس کی مرضی ہے جو حبِ حال دیتا ہے

ہزار خود کو چھپا دیگئے یہ آئینہ
پلٹ کے ہم کو ہماری مثال دیتا ہے

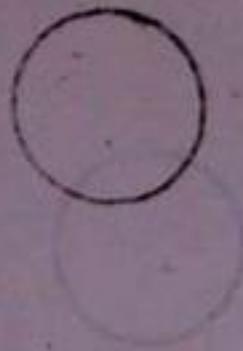
ملے جو موقع کہیں تو ترایہ ہسائیہ
ترے عیوب کو پہلے چھال دیتا ہے

مرا صمیئہ ہر اک فعلِ عیب جوئی کو
حیر جان کے دل سے نکال دیتا ہے

اسی کے دم سے تو فتنے اٹھے ہیں چاروں طرف
وہ منیرِ درست جو گھر گھر کا حال دیتا ہے

یہ ذہن ایسا ہے غواص جو گھر کیلئے
سندروں کی ہٹوں کو لھنگال دیتا ہے

قدیم رنگ سخن دیکھ کر مرا غازی
جدید رنگ سخن کی مثال دیتا ہے



ایک اکٹھ دُرڈھے ہے خوشی جیسا
تیندراعنم بھلی آپ ہی جیسا

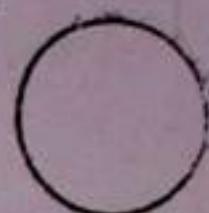
رفعتوں پر زوال آیا ہے
ڈھلتے سورج کی رخشی جیسا

دھنیوں کی طرح ہے شہر میں سب
کون جیتا ہے آدمی جیسا

اپنی پہچان نہ کرے نہیں اُس کو
دُھ جو لگتا ہے فلسفی جیسا

اپنے ہی شہر میں پرا یا ہوں
میں ہوں خاموش اجبنی جیسا

ڈھونڈنا تو ہوں شہر میں غازی
کوئی مل جائے آپ ہی جیسا



گرگاں تر، میں یہ لمحات سفر، ہم نے اگر جانا
کہاں آسان ہو گا اپنا بستی سے گذر جانا

لئے سورج کو رہنا سر پہ اتنا کام کر جانا
سرک پر دو پھر کے وقت اک دو پل ٹھہر جانا

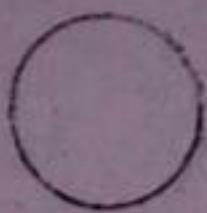
پڑھا ہم نے مہی ارباب کشتنی کا مقدمہ ہے
ندی میں ڈوب جانا یا سمندر پالہ کر جانا

کہاں پو شیدہ، میں ذردوں کے دل کی دھڑکیں اس سے
اُسے بخوبی دوڑ سے کھسار کے تو بے خبر جانا

اسی نے مو سچے معنی کو بدلا زندگی پا کر
دہ، جو ہے، حادثوں میں زندہ رہنے کا ہنر جانا

زمانے کو پتہ اخلاص کے قامت کا دیتا ہے
مری ہر سال سن کا نفت کے زینے سے اُتر جانا

ذرا یہ پوچھئے ما جوں کے لفظوں میں غازی سے
خود پنے نام کے، ہر لفظ کا زیر دز بر جانا



رُرخ نشاط دکھا کرنہ کھرا داس نجف
کہیں تباہ نہ کرنے بحوم یاس نجف

مرے وجود کے اندر ہے ایک دل طیف
قریب سے کوئی دیکھنے تو حق شناس نجف

ترے خیال و لقصور کی زندگی ہو درانہ
کبھی نہ ہونے دیا مستلانے یاس نجف

ترے جس ای دل افراد کی قسم اے دست
سمحہ رہا ہے زمانہ ادا شناس نجف

سٹ کے رہے گی آنکھوں میں دعوت کوئی
دکھار رہا ہے کرشمے مر اقیام س نجف

مرے عیوب نمایاں نہ ہو سکے غازی
غم جبیت نے بختا ہے دہ لباس نجف

زہر میں گد بی ہوئی قاتل ہوا میں، ہم رہے
مشتعل ہو ہو کرتے ہیں جس فضایں ہم رہے

تربہ سے بر لفظ، ہم پر بھی درد کرب کے
خندہ پیشانی سے لیکن کرو بلا میں ہم رہے

پاؤں پھیلانے کے یوں تو تھے دیلے بے شمار
قططمدن لیکن سدا اپنی رِدائیں ہم رہے

ہر طرف زخموں کے سائے ہر قدم طیغوں کی باڑھ
پھر بھی غازی کی طرح درِ جفیں ہم رہے

ہر قدم پر سہن ریں نقد و فا کا مختلط تھا
سامس لیتی یقین جفا میں جس فضایں ہم رہے

خشک و تر کی قنید سے بالانہ تھا اپنا دجود
پار آنے کر بھی سمندر کی ہوا میں ہم رہے

بھروس ہمارے گرد غازی ہوتا ظلمت کا حصار
غم بھرا اس ماہ طمعت کی روشنی میں ہم رہے

لئے ہے نور کا عرق
یہ آفت ب کا طبق

سطر سطر درق درق
پناہوں دقت کا سبق

جو جھگوڑ کا پر بنے
اڑے دہی افغان افغان

آنار پانے ذہن میں
عنزال مری نہیں ادق

سکون جس پر مخت لکھا
دہ چہرہ آج کیوں ہے فتن

سینیں گے لوگ شہر میں
آہات سے بذائے حق



کہ مکشاف نظروں میں تھے تھیں میں مہتاب تھا
آپ جب پہلو میں تھے کتنا منور خواب تھا

ضعف بینائی نے جلوؤں کی حسوئی چھین لی
درد نہ پو شیدہ صدف میں گھوہ رنا یا بت تھا

آگیادل رفتہ رفتہ زہر و تقوای کے قریب
آن کی انگرہ ای میں پہنچ گھونٹہ محاب تھا

اس لئے اپنی خودی کو نذرِ مقتول کر دیا
ہر گھری ملحوظ خاطر شستہ احباب تھا

زندگی کی رات غازی اس طرح گذری مری
میں تھا تہرانی تھی پہلو میں دل یتیاب تھا

لب پہ ہر دقت نترے نسکوہ یزداں کیوں ہے
غور کر اس پر کہ آخر تو پریشان کیوں ہے

اٹھی یہاں کام لے ہمٹ سے ذرا جوش دکھا
انقلابات زمانہ سے پریشان کیوں ہے

کھوکھلی ٹھہرے جو خریب بد اماں نکھ
ایسی بنسیا دپہ لعمیر گلستان کیوں را

امن ہے بیلینہ بیئے آرام ہے رنماں تو پھر
زندگی موت سے بیوں ادامت کریاں کیوں ہے

دقت کب رہتا ہے؟ مل جانا ہے مل جائے گا
آج یہ وقت ہے تو پھر تو رأساں کیوں ہے

کون ہے جس نے ڈلایا ہے لہو کے آنسو
سرخ موئی کا نثارہ سر مرث گاں کیوں ہے

نمی تہذیب میں تہذیب اگر ہے غازی
آدمی جامنہ تہذیب میں غریاں کیوں ہے



حصہ سرفرازی ہر جگہ پر تیری نسبت ہے
جو تیرا ہے در عالم میں اے راحت ہی راحت ہے

غُرِّ جعشق میں اسکی بہنچ صدر شکِ رفاقت
اُفرِ محبوب کی ہر شستہ سے عاشق کو محبت ہے

یہ آس دیواںِ حُسْنِ حقيقة کا ہوں شیدائی
کہ جس کا ہر فخر ہر وقت معروفِ عبادت ہے

وہ خوشن قسمت ہے جسکو اپنے قدموں نیں جگہ دو تم
مہماں پایا اقادِ اس زینتہ در بار د حدث ہے

پچھے اس انداز سے چھپیں لا ہو ابھے آپ کا جلوہ
جدهڑا بھٹیا ہیں نظریں آپ ہی کی ایک صورت ہے

مہماںے چشم میں کھو رے بھی جو میں نے پی لی عقی
مر سے قلب د نظر میں آج تک اسکی حرارت ہے

جسے غازی جہاں کا کھونی رہنڑا چھو، مہین سکھا
مر سے محبوب کے دم میں وہ عقی کی دولت ہے

اُن کے جلوؤں کا حُسن جب سے ہے
عشق کی ردشی بھی تب سے ہے

کرب چہرے پر ہے دھڑکنا دل
تم سچے ہو یہ جمال تب سے ہے

نفرتوں میں یہ چاہتوں، کا جُون
حُسن اخلاق کے بسب سے ہے

ہر بحث کو، ہی کیوں ہوا حاش
یہ تھا طبِ مرالتوں سے ہے

ایک اک بھر کے سینکڑوں ٹکڑے
یہ بھی اللہ کے عقب سے ہے

میسر ڈشمن کی سازشوں کا جمار
میسر اطراف جانے کب سے ہے

کون سمجھائے آج عنانی کو
دستِ سخت کیوں نہ ہر طلب سے ہے

وہ لوگ جو ہر ایک کو اپنا بنائے
لیکہ تمام خلق سے داد دن لگئے
پستی میں رہنے والے بلندی دکھائے
ذرے سے بھی آفت ب کے منصب پھانے

اپنی رفاد صبر کے جو ہر دکھارائے
ہم کو بلا شعفہ مر کے نیدار میں آئے
پچھے ابگو سیدھی رام سے ہٹ کر بنام دیں
مذہب کی نیک و نرمیں بدلتے پہ آئے

لفرت کا اپنی دے کے گئے ہیں ثبوت آج
مرہم ہیں وہ زخم پنشتر لگائے

غاز تھیا یہ پسح ہے خوبی کو دار کے سبب
لاکھوں لفوس صفوہ ہستی پہ چھائے

یہ دنیا اک جہاں نہیں رہ مشرب ہے
ارے ناداں کھا ریتی نظر ہے

محبت چاہتی ہے ضبط گریہ
کھلی لو، میں ہے جو آنکھ تر ہے

نشاط زندگی، عمر مٹ
یہ سرماں بھی کتنا مختصر ہے

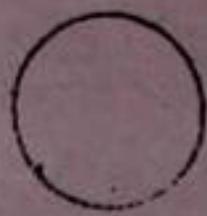
تری منزل منہیں ماہ و ثریا
لو، اپنی معرفت سے بے خبر ہے

نظر آئے بھے معراج سجدہ
عبادت بس اسی کی مستبد ہے

شور بندگی ہے جس کو حوصل
دہی انسان سب میں معتبر ہے

ذلیل و خوار ہو کر رہ گھٹے، میں
ہماری غفلتوں کا یہ امر ہے

مجھے نسبت ہے جن کے در سے غازی
میں ان کا ہوں انھیں میری خبر ہے



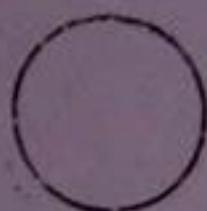
سنگور ہو تو سمجھ کیا ہے زندگانی شمع
نویدِ مسیع کی رکھتی ہے صوفستانی شمع

مولیکوں نہ بھرے ہمکو قصہ خوانی شمع
کلفظ لفظ میں ہے سونہ جادو دانی شمع

شروع شب سے سحر پکڑ اکیلی جلنے ہوئے
باتے نفسہ زیست بے زبانی شمع

شباب اپناد کھانی تھے یہ از رھرے میں
سحر کے وقت کھاں ہونی تھے جوانی شمع

اسے سمجھتے ہیں از بابِ عشق لے غازی
بقا کا راز بستائی ہے صوفستانی شمع



کہیں نشاط کی تھے ایسا غر جلتا ہے
غريب کھر میں گلہو کا چراغ جلتا ہے

عنوان کی دھونپ جلا قہے جسم دجال کی کبوئں
دہی بتائے تھا جس کا دماغ جلتا ہے

چک کھاتے ہیں آنھوں میں اشک نشام الم
آجلا پانا ہوں جب دل کا دماغ جلتا ہے

بہار سے تو سورتی بے زندگی گل کی
خزان میں گل ہی نہیں سارا باع جلتا ہے

جو ایک نام کا ہو تو متھیں بتلیں، ہم
ہزار ناموں سے گھر میں چراغ جلتا ہے

گل و سمن کا مقدار تو دیکھئے غازی
بہار ہی میں مت کا باع جلتا ہے

خیال کیوں نہ رکھوں میں عُسل کی راہوں کا
حابت ہو گا یقین ہے مرے بھنا ہوں کا

نگاہِ شوق کی تو، ہی کرے گا راہبڑی
کو تو، ہی دے گا پہتہ اپنی جلوہ گا ہوں کا

گلوں کا حسن ہنیں گھل رخوں کی بات ہنیں
فلک کا چاند ہے مرکز مری نگاہوں کا

یہ کن کی بات ہے اسی شہر میں اکسیلا تھا
ہے سکھ جم عینِ راج خیبر خواہوں کا

وہ جن کے عیب کو دنیا نے اک ہنر سمجھا
اکھیں کے نام پہ ہے نام شاہر ہوں کا

ستم کی جبر کو دنیا کے سامنے غازی
جھکا ہے سر بھی مجھے جیسے کچھ کلہوں کا



مظہن بیٹا بے تودھوئی رما کر غاٹ پر
اے فیقر شہنشاہ سکن ترا افلاک پر

اہل تردت اہل نذرے دستی اچھی ہنسیں
انگلیاں انھیں گی اپنی فطرت بیباک پر

من تجارت ہو گیا اہل قلم لکھنے لے
کھرد میں لیتی ہے دولت بسترادر آکھ پر

خونِ دل ہے مزین ہر نشا طازندگی
آنکھ کیا گاڑے ہوئے ہو منظر عناءکھ پر

غیرت دستِ رنگر اب بمحقق کیا ہو گیا
تبصرے ہی تبصرے ہیں دہن صدقہ کھ پر

ریگداروں پر سندروں پر برستا ہے تو کیا
لے بہار انگڑا ایسا ابرے جو بادل غاک پر

القلائب دہر کی لا چاریاں غازیتے نہ پوچھ
ڈال دی ہے پھول نے گوند خس دخاشاک پر



کھینچا ہے گریباں کو دامن کوئی پھاڑا ہے
ان ہوش کے مارڈوں کا کیا ہم نے بگاڑا ہے

یہ دل کا نگر یار ہے ایسا نگر جس کو
غیر دل نے بسایا ہے اپنوں نے آجائا ہے

ان خاک کے ذردوں میں پھلے گا مہتاباں
دُنیا نے غریبوں کو تھس نتبد میں گاڑا ہے

اکٹھہ ہمی دیکھا ہے جب پاس ود ہوتے ہیں
احساس ہمیں ہوتا کیا دھوپ بے جا رہا ہے

غازی کسی نظام نے ارماؤں کے گھشن کو
ستو بار سنوارا ہے ستہ بار آجائا ہے



خوش ہوا ہوں ہو گیا ہے ہر غبارِ ذہن صاف
چھپ پر مسیرِ ذات کا جس دن ہو گئے انکشاف

رسیم فرسودہ کو اپنی ذات کے اندر نہ لَا
خاندانوں میں یہ کھردیتی ہے پسیدا اخلاق

دقت کے بھڑے ہوئے تیور کا خوف انکو نہیں
صف گو کھرتے، میں لاکھوں میں بھی باقی صاف صاف

میں خود اپنی ذات کے اندر ہوا ہوں مغنتک
دقائق کے ہر شتر سے پچھنے کیجئے بے اغماں

کو حصایرِ شہنشاہ کے باہر نہیں ہوتا یہ جسم
ہم لفتوں میں کمپ اکرتے میں بھی کا طواف

پائی ہے ہستی کے اک اک کربے غم سے بخات
میں نے جب اپنے گناہوں کا کھیا ہے اعتراض

جو نہیں تہذیب کی را ہوں سے غازی آشنا
کھرد ہا ہے آج دیوارِ تمدن میں شکاف



رازِ ہستی کا انکشاف کرئے
زندگی پسیار کا طواف کرئے

چشمِ رحمت اُسی پہ پڑتی تھے
جو گرنا ہدی کا اعتراف کرے

ردشی دل کی چاہئے جس کو
ہر غسل نفس کی خلاف کرے

خونِ نا حق ہے جس کا شیوه دہ
دور بینا داع خلاف کرے

جو ہے ان کے جمال کا طالب
زنگف آسودہ دل کو صاف کرے

ہربشہ می ہے کچھ نہ کچھ خامی
کوئی کس تکس سے اخراج کرے

آدمیت ہے آدمی کا لباس
آدمی اس کو پاک صاف کرے

صحیح ہے غازی نظرِ محبت کی
سنگ دفولاد میں شکاف کرے



ہے کوہ چشم کہتا ہے جو تو عیاں ہنیں
ہر زادی سے دیکھا عیاں ہے ہناں ہنیں

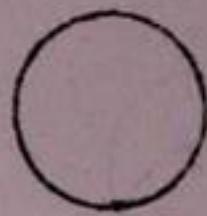
لٹ دا کھٹے بغیر بھروس گا میں حال عننم
آنکھیں مری از باں ہیں میں بے زبان ہنیں

اُنھے چلن کے پھینک دعو شہ لاد ہوت پر کھنند
اس اکٹ غل میں خند شہ سود دڑیاں ہنیں

دیوانہ رنگت جذب میں سر جھکائے کیا
اس کی گئیش میں حکم من از دا ذاں ہنیں

لطفِ مُمِّال ست سے مُحدِّم ہیں کو، ہم
مُدث سے بیڑ سایہ پیشِ مغاں ہنیں

ایسے میں خانقاہ کارستہ سنبھالئے
غازی امان شہر میں امن داماں ہنیں



زبان پہ شکوہ بیشداد لا ہنیں سکتے:
ہم پانے غم کا فانہ سننا ہنیں سکتے

دہ کیا اٹھائیں گے بارِ غم چیاٹ یہاں
جو ایک بارِ محبت اٹھا ہنیں سکتے

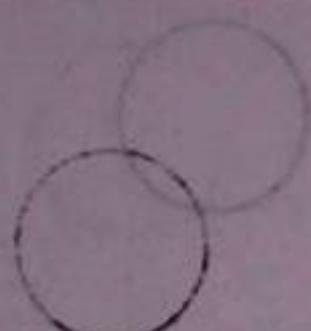
زمانہ اب بھی ہے دافق کہ عاشقانِ حسین
حسی یزید کو خاطر میں لا ہنیں سکتے

امیر کرتی ہی دولت بہادرے لوگوں پر
حسی غزیب پہ آنسو بہا ہنیں سکتے

چراغِ رُزیت جو ہر جائے چکل تو کیا پرداہ
عقل کی شریع فرزاد بجھا ہنیں سکتے

نگاہ جن کی ہے محدود راہِ الافت میں ۰
حریم ناز کے پردے اٹھا ہنیں سکتے

دہ کیا مٹائیں گے دنیا کے ظلمیت غازی
جو اپنے گھر کے اندر ہیرے مٹا ہنیں سکتے



یہ جو بے چینیاں مجبوریاں پیس لزدھائی میں
مل کھرنی ہیں ہر انسان کو داری کھرانی میں

مرے ماخوں کی ناقلاتی سے یہ خالت ہے
ہزاروں دل جلد ہیں سر سچے ہیں بد گھانی میں

ن پڑھی میں نے عزیرت ناپسندیدہ عناد کو
نے چکھا ساہنہ خودداری کیا میں نے زرگانی میں

بیہاں بھی اک رفیعت ہے یہ بھی کی بھی دولت ہے
بچا کر اپنے ایمان کو رکھو دنیا نے فنا فی میں

نظرِ بھکی تو بد نامی، قدم بھکھ تو روائی
بہت ہی سونچ کر رکھنا قدم عمد جوانی میں

یہ دیکھا اٹک سوزاں میں نظر آتی ہے چنگاری
یہ دیکھا ہے کوئی جانی ہے اکثر آگ پانی میں

جہاں الغمن پر قائم رہا ہر وقت اے غازی
گھرداری میں سے ساری عمر اپنی جانشناشیں



اپنی آزادی فطرت سے جو ملبوس ہنیں
فیند عنی میں بھی یہ کہتا ہوں کہ جبوس ہنیں

اُن کی آنکھوں میں بلا کی لمبی ہے اپنا پت
میں کہ جس شہر کے افراد سے ماں وہ ملبوس ہنیں

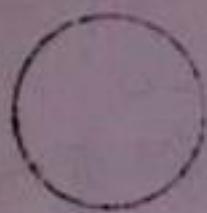
گو مری ذات کے گرداب بھی ہے عقب کا حصہ
یہ ستارا مرے حق میں بھی منحوں ہنیں

سبز موسم میں بھی یہ برگ نظر آتا ہے
تن پہ اس بوڑھے شتر کے کونٹ ملبوس ہنیں

میری تقدیر نے خوشنیوں سے نواز لیا ہے بخوبی
میری فضمت! مرے حق میں بھی کچھوں ہنیں

لیں گی دم، اس کو بھاکر آتی یہ بخوبی زندہ ہوا
شمع کا آج حافظت کرنی فال تو سس ہنیں

ہر نفس رزم کو میداں میں کھڑا ہوں غازی
میکر تن پر کوئی مگو جنگ کا ملبوس ہنیں



کہیں کیا ہم اے جان عشق کس انعام کو ترے
سر درد بحیف میں ڈوبی ہوئی آک شام کو ترے

ستم بھی آپ کا معلوم ہونا بے محروم ہمکو،
عنوں کی بیحر میں ہم چہ نہ ہ آلام کو ترے

نہ ام میکدہ سقی سمجھیں کچھ مہیں آنا
کوئی سیراب ہو جاوے کوئی آک جام کو ترے

ز میں کے گل رخوں کی مہہ پاروں کی حقیقت کیا
فلک کا چاند جب اس جلوہ گر کے با م کو ترے

سکوں ملتا ہے لونک خار پراہل قناعت کوئ
گلوں کے یہ سچ پر بھی بولہوں آرام کو ترے

بشر کا مقصد ہستی بے مضمر فکر فرد ایں
دہ کیوں امر و ز کے بے سود فانی نام کو ترے

مری نظرت بے غازی شورش طوفان سے ٹکرانا
یہ کہدا مین ساحل سے مر کھڑا م کو ترے

ہمارے دل کو چراغ دفا کیا جائے
ستشکِ عزم کو اسی کی ضیا کیا جائے

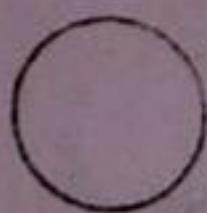
عجیبِ کشم پلی ہے کہ شہرِ خوبی میں
ستمگردوں کو دفا آشنا کیا جائے

یہ پاسجان گلستان تو ہو منہیں سکتے
چمن آجاتے وابوس کو کہیا کہا جائے

مزاجِ شورش طوفان سے جو منہیں اوقفت
اکھیں یہ ضندہ ہے ہمیں تاخدا کہا جائے

جو آشنا ہیں اکھیں دُورے سلام کریں
جو اجنبی ہیں اکھیں آشنا کہا جائے

لگے جوزِ خم تو ترپے نہ کوئی اے عنازی
جسے جو خون تو رنگیں حدا کہا جائے



تفاہد وقت کا ہے مقصدِ حیات سمجھ
اندھیروں اور آجالوں کے حادثات سمجھ

رُموزِ قلب سمجھ آنکھ کے نکاث سمجھ
قفورات کی پوشیدہ کاشات سمجھ

مزاجِ وقت یہ کہتا ہے آج انسان سے
نظامِ گلشنِ هستی کی دارداد سمجھ

بچک گیا ہے کہاں تو فریب ہتی میں
ترے در در میں پوشیدہ ہے وہ ذات سمجھ

وہ نقش بن کے زمانہ جسے مٹا ن سکے
ہر ایک پھر زمانے میں بے ثبات سمجھ

سمجھ تو رمزِ حقیقت سمجھ نہیں سکتے
خدا جو دے سمجھ تو فتن میڈیا بات سمجھ

مضمری میں صداقت سے جان پڑ جائے
اوے غازی از درح حقیقت کی بحیفیات سمجھ

بُوئے گل لئے ہوا چلے
خوشبوؤں کا قافیہ چلے

کون کھنڈ نظر ہے لئے
دیکھنے، ہی پہ پتہ چلے

یکوں ملی ہے زندگی اُسے
لئے لمحہ سوچتا چلے

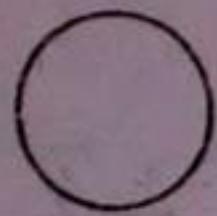
انگلیوں میں آئے گی خراش
خار کوئہ، چسینہ طرتا چلے

میکر گھر میں میکر سامنے
تذکرہ نہ غیرہ کا چلے

دفت کیا ضعیف ہوگیا؟
یکوں یہ لاکھی طیکتا چلے

حاد شے، ہیں اس کی تاک میں
چاروں سمت دیکھنا چلے

جنگی بھلنے بوکوئی سانچہ
غازتی پائے آپ کیا چلے



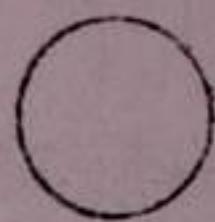
جو لذتیں حیاٹ کی پانی ہیں شہر میں
وہ لذتیں انہیں ہیں فرشتوں کے دھر میں

اک سلسلہ ہے آج عذابوں کا مشیر میں
پانی نہیں لہونٹنا آنا ہے منہر میں

آئی ہوئی ہے ساری شناسیوں کو موٹ
ہم ا جبکی سے بچرتے ہیں پانے ہی شہر میں

شب نم کا ہاتھ، سریپ کھسی کے نہیں یہاں
رہتی ہے زیست آج بھی شعلوں کے فہر میں

غازی عدادتوں کی یہ دیواریں توڑ دو
مل جاؤ تم بلند وفاوں کی ہتر میں



الفاظ میں نقوشِ جوانی درق درق
میں دیکھا ہوں اس کی بہانی درق درق

سیال حرف رکھ کے تنج طب کے داسطے
مفہوم کی دھنٹے رداں درق درق

اس کے قلم سے ٹپکے ہے چینگاریوں کے حرف
دیکھنے نگاہ شفہ میان درق درق

اک ایک حرف گھرے مطاب کا خرد غال
 نقطے بنے ہیں رنگِ معانی درق درق

لغظوں کے پیر ہن میں دکھائے ہیں اپنی رُت
اب رنگ بن کے ستم سہمانی درق درق

مقید کو اس کے دیجھے سخن پر کی ردا
پھیلا یئے ادب کی زبانی درق درق

قاری کے داسطے دہ مقامے کی شکل میں
چھوڑے ہے آپ اپنی نشانی درق درق

بازی گھر میں لفظ دکھا د بیاض میں
غازی دکھا د جاد د بسے ان درق درق

میں اپنے شریل میں جب بندک رہا حیرتی مل گرا
تیر کو تیر خود کو چھوڑ کر نکلا تو بے نسبی رہوا

بزرگ شیر کو مجھ سکھ کو تو نگہدیا نہ ملی
لکھ کر یہ معنی دی خوبی منتہ کہ میں فقیر ہوا

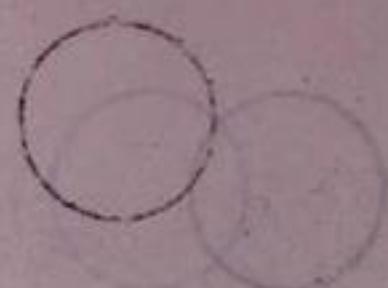
ہوا میں جزو میہاں علام ہے یہ دُنیا ہے
خسیر میں الہ بھی انسان بے خسیر ہوا

ملے عردج نہ کیوں؟ نفس بربیش کو
پسجا ری اُسن کا، جب بندک کا معنی دیوہ

بدن پہ چینی طرے کلی تک تھے اہل خانہ کے
ستھا ہے یہ کہ اچانک وہ گھر امیر ہوا

چلا تھا سچ کی ڈگر بروت تھا حیرت بہت
جو بن گیا ہے فرمی تو دہ دزیر ہوا

مہنیا ہے شہر میں کونی جیالا اے غازی
جو اس کو جیت لے ایسا نہ کونی دیر ہوا



اگر سودا می بفت ساری کسی سر پر نہیں ہوتا
کہاں صحن قدرت دست آذر میں نہیں ہوتا

رتائے ہے کسی تقاضے کے ہاتھوں کافن اسکو
کوئی چہرہ بھی استئے کے پھر میں نہیں ہوتا

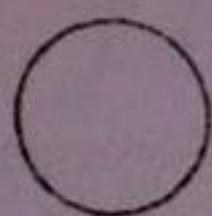
شکستہ ناؤ پر بھیں اخدا ہے مرطمیں۔ بیٹھا
بھی کیا نفس طوفان کا سمندر میں نہیں ہوتا

دہاں کیا خستلائی ذہن کا مالک ہنہیں کوئی
کوئی پنگامہ کیوں ہمسائے کے گھر میں نہیں ہوتا

ضیاۓ جنح کو شمع دتمدد نوں نہیں پاتے
محتر کا لطفت دلوں کے مقدار میں نہیں ہوتا

مہیں ملتا بیوں کو میکھڑوں کے لمس ساعز کا
کو جب تک چاندنی کا عکس ساعز میں نہیں ہوتا

کوئی ہنسنا نہیں کیوں حاصل فتح وظفہ غازی
تو کل کا ایں بھیں کوئی لشکر میں نہیں ہوتا



جبتِ ساٹ رہا عروج، زمانہ تھا ہم رکاب
دفتِ زدال اُس کے بھی دشمن تھے بے حساب

جس کو بھی نہ دیکھا تھا پہچان بھی نہ تھی
وہ بھی بنا ہے میری تباہی کا سد باب

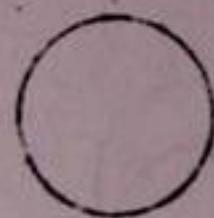
جھگڑا کھڑا کیے گیا کیوں رنگِ دسل کا
بیجوں قومیت کے نام پہ لکھا گیا عذاب

تھا جس کا لاشور لئے گھندرگی کا میصر
ان کو شور آنے پہ آیا ہمارا حجاب

پھر بیلا لوٹا اپنی ذات سے خوشبو کی چاندنی
چہ سکر پہ ایسا پہرہ لگا جو نگے گلاب

چلتا ہے آج ییک مردن برہنگی
تہذیب بے لباس بے انسان بے حجاب

غاذی یہ کر بلکے لئے خاص ہو گئی
مقتل فی زندگی کا بھاں شہر میں جواب



شہنشہ میں کبھا اخراج ہوا
جو نہ ہو نا تقادہ بھی آج ہوا

زندگی کی کھاڑی قیمت
موت سے کھینا ردا ج ہوا

ہر بڑے کام کی ہے آڑ دھرم
چھر بڑا کب کوئی سماج ہوا

میرا ہر فعل اک خطا ٹھہندا
اُن کا ہر فعل اک ردا ج ہوا

فعل رہبرا مگر غلط تکلا
اس میں بذ نام کیوں سماج ہوا

بے دطن کیا ہوئے کے لے غازی
بند پانی ہوا ، ناج ہوا

لذت پھر عیش کی تلاش میں ہے
آدمی سخا ہدایت میانکش میں ہے

اک رنگ کی خفتہ رت دلیل ہونہ سکی
اک سبق اس تجھے راز فاش میں ہے

موت کا ڈر ہے جس کا پس منظر
خوف دہ تن کے ارتقائش میں ہے

ایک شاستری نئی تہذیب
شہر والوں کی بود دبائش میں ہے

پڑھنہ میں سکتی جس کو کوئی آنکھ
کرب دہ پاش پاش میں ہے

جس کو عنانی پکڑتے پا یا بمحضی
اسی لمحے کی پھر تلاش میں ہے

بیف نہ کے جا آنسو نکلے
کالی جھٹ پر جشمند نکلے

ڈرن کا پہلو مجدد میں پشا
رام سقوایے تجیس نکلے

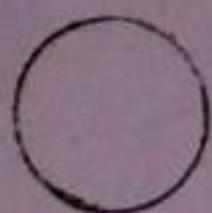
صبر کو دین اس ان کی
انظلوں کا پھر جادہ نکلے

رات کے باہر جب تو آئے
اندر کی بھی خوشبو نکلے

چاند آفتاب کے پار کی اتو
راہ بتانے جگنو نکلے

نارے دوبے دوبے ابھرے
حتم حتم کے جب آنسو نکلے

زیست کے جنگل میں اغازی
ڈھونڈنے ہم بھی خوبیوں نکلے



لفظ نشر بھی اور زہر بھی ہے
وہ آجائے تو قہر بھی ہے

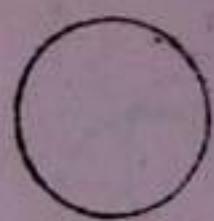
کاٹ دیتی ہے زندگی کی منہز
سر پھری ایسی ایک لہر بھی ہے

یہ بھی سچ ہے کہ زندگی کے لئے
زندگی خود ہی ایک زہر بھی ہے

وہ عفنور الرحیم ہی تو نہیں
لوگو! مشہور اس کا قہر بھی ہے

بپھرے دریا کی ان ہی موجودیں
خون آشام کوئی لہر بھی ہے

خود کو محدود کرنے کے غازی
ذات خود تیری ایک دہر بھی ہے



ہزار دن یوں تو تھیں مخلوق اس جہاں کھیلئے
چُخنا کھیلیا تھا اکھیں لا میں انتھاں کھیلئے

زمیں نہ ہو لوٹ کرے سایہ آسمان کھس پر
زمیں کا ہونا ضروری ہے آسمان کھیلئے

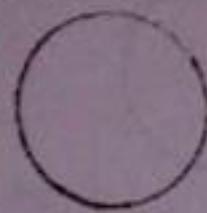
فنا کے بعد بھی باقی رہے گی ذات مری
میں انتخاب میں ہوں غرُّ جادداں کھیلئے

ترس رہا ہوں کو فطری یہ اک تھا فندہ ہے
سرُّ درد کھیفت میں ڈوبے، موئے سماں کھیلئے

جو بدگھٹاں ہے اس کو کھاں یعنی مرا
یقین شے ہی ہنیں کوئی بدگھاں کھیلئے

ملے، میں سا عزِ تلحاب ہی معتدر میں
ملی نہ لذتِ دُنیا شرودِ جاں کھیلئے

زمانہ کھل بھی محت نا سازگار اے غازی
زمانہ فکر میں ہے آج بھی اماں کھیلئے



رُت برگِ کل کی کچھے کہوں سرگواں ہنیں
یہ سبزِ دفصل میکر لئے مہرباں ہنیں

ہوں گے جلے ہوئے ہمیں درداں کھڑکیاں
بے ذجہہ یہ خلاؤں میں پھیٹلا دھوں ہنیں

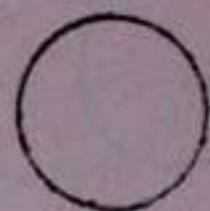
ہو گا نہ ایک شخص پہ بھی ردشی کا ہاتھ
سورج کی طرح دلت اگر مہرباں ہنیں

محرومیوں کو اور ہکر چلتے ہیں یوں بدن
لگتا ہے ان میں روح ہنیں کوئی جان ہنیں

پھولوں کے آئینے میں کلی کچے سنگھاریں
چہزوں کے تمنمانے کا دلکش سماں ہنیں

صحرا میں رہنے والوں سے پوچھو بتائیں گے
پتی ۱۔ بلقی ریت کا دلدل کہاں ہنیں

مفہومِ موج موج میں غازی امان ہے
مسیری عزل میں لفظ کا دریار داں ہنیں



لَكَشْ گیا ہے سینکڑوں زندہ دلوں پر، ابے گھن
چھاگھی ہیں ہر طرف مایوہ سُکن دیلائیاں

گھوشنہ اپنا بنا لئے سے پہلے سوچ لے
ساتھ کب تک دے تیکس گی یہ لرزتی ڈالیاں

خوابِ غفلت میں گزرتی جارہی، میں سا عین
کرد پڑتی جارہی، میں اب جنون ساما نیاں

ہے یہ کس کی یاد سے منوب اپنی میکشی
جام اٹھانا ہوں تو آتی ہیں سنس، چھکیاں

دقت سے مجبور ہو کر خود سری کو چھوڑ کر
میں نے دیکھا دستوں کو دشمنوں کے درمیاں

ایک چنگاری بھی غازی اخلاف ہن کی
چند لمحے میں جلا دہتی ہے ساری بستیاں



حُسن کا حِسن ادا بہی تو دیکھا جائے
آئینہ سامنے آجائے تو شرما جائے

ان درختوں کو نہ درخون پسینہ اپنا
جس کے پھل کھانے سے چہرے پر تھکن آجائے

دینے والے ترے ہونٹوں کے قسم کی نستم
کڑدا پھل ہو بھی تو انسان بخوبی کھا جائے

کون پتتے ہوئے سورج کو اٹھائے سپر
دققت دیواروں کے سامنے میں گزارا جائے

بُجھے گھٹیں دہر کی قند بیلیں حرم کی شمعیں
اور انب دل کے چراغوں کو جلایا جائے

پیاس بُجھے جائیگی جلتے ہوئے صحرادوں کی
پاؤں کے چھالے کو کانٹوں پر ہی رکھا جائے

دوست آجائے مقابل میں تو غازی نہ جھکو،
ہو پیشہ مان تو دشمن کو بھی بختا جائے



میں آج مہکر بان نگاہوں سے ہٹ گیا
مینہ اد جود مارے سہاروں سے کٹ گیا

صالح معاشرے نے لیا ہے جنم جہاں
رسموں کے اختیار کا نخنہ الٹ گیا

اسکو بھی تقسی را ہنمائی کہیں نہ کیوں
السان رنگ دلسل کے خالوں میں بٹ گیا

مجھ کو ترے سہاۓ کا جس دن ہوا یقین
میں ہر بلا کے مشیر، کے مقابل میں ڈٹ گیا

دیکھا تھا میں نے جسکو سمندر کی نشکل میں
دست میں کل تھا آج وہ کیسے سمت گیا

سُدت کے بعد آیا تھا طلنے کے داسطے
روتے ہوئے وہ فرطِ خوشی سے پڑ گیا

غازی کیا ہے بخت نے محروم مجھ کو بھی
میں بد افیض وقت کے درے سے پاٹ گیا



جب اس تھا برق کا قص اس جگہ تبدیر کیا کرتے
بر سے تی آگ میں ہم آشیاں معتیر کیا کرتے!

بد نے کیلئے حالات ستم تد بیر کیا کرتے
کہ ان پر دل میں کھی لفڑی رکی زب خیر کیا کرتے

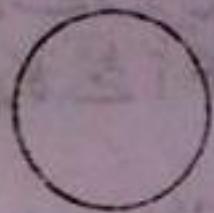
ہمارا دخل دینا اسکی نظرتی میں تھانا مکن
ہم اس کے اختیارِ فعل میں تد بیر کیا کرتے

ز میں والوں کے دل کو ہم مستخر کرنے پائے جب
لو ت سورج، چاند اور تاروں کی ہم لشکر کیا کرتے

کبھی بھی، ہی سمت میں جب دنیا کی خوشیوں کو
ہمارے ہمدر کے لمحات سے عتیر کیا کرتے

ز بھی روحانیت ان میں دکھائے دہ کرامت کیا
زبان کو کیا، نظروں کو دہ اکیسر کیا کرتے

سیاسی جنگ کی، شترن بخ کے ہیر ہیں جب غازی
ہم اس میدان میں اپنی کوئی تد بیر کیا کرتے



مقصدِ عشق مہیں خوشیوں کا عالم ٹھہرے
میں یہ چاہوں گا مرے دل میں ترا غم ٹھہرے

درد کا، غم کا، مصائب کا زمانہ بھت طویل
جن میں خوشیاں تھیں وہ لمحات بہت کم ٹھہرے

جن سے بل آئے فرشتوں کی بھی پیشانی پر
یکوں وہ اندازِ انا فطرتِ آدم ٹھہرے

چند لمحوں کی مرتبہ پہ نہ اترائے کوئی
جانے کس دقت کوئی لمحہ جہنم ٹھہرے

حجدشیں وقت کی رفتار سے ہلکیا رہو
کوئی جانے یہ کہاں فتنہ عالم ٹھہرے

خوابِ سرخوشنی لے کر جو میں کوہ بہ کو نکلا
پاؤں میں تجھے کا نٹے آنکھ سے ہو نکلا

مُزد ہو کو حاکم ہو مطہن نہیں کوئی
اپنی، ہی غرض کا، ہر نیکھ ارزد نکلا

یوں تو تیرے دیوانے بیٹھا رکھ لیکن
چھس پہ تیری رحمت تھی بس دھر خرد نکلا

منزلِ علالت میں ہر مقام سے گذرے
کہتے وقت آئے جب آنکھ سے ہو نکلا

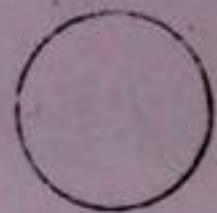
کائناتِ ہستی میں، کوئی بھی نہیں آزاد
آدمی جہاں دیکھا قیدِ ارزد نکلا

اے غدرِ انتالیِ اعتماد ہو گس پر
خود ضمیرِ ہی میرا اپنا جب عدو نکلا

لپجھ دفع طب بھی بے سگام ہیں درنہ
آپ کہتے کہتے کیوں پھر زبان -ے تو نکلا

جھک گیا ہر اک خوشنہ بخزو انکاری سے
خُل بار آدر بھی کتنا نیکھ خو نکلا

وافعے اے غازی جب بھی غرے دیکھا
دامن تو نیکھ بھی لا لُن رفو نکلا !!



کوئی انیسون نہیں کوئی غمگار نہیں
مرا وجود کسی زندگی پر بار نہیں

تری جف اُسے مسلسل کاشکریاے دست
بھرا بے زخم دل چشم استشکار نہیں

ہر اک ازباد پر اممن دامان کا ذکر رہے آج
سبب ہے کیا کو نفس پھر بھی سازگار نہیں

رموزِ حلقہ اربابِ عشق کہیا کہیے
یہاں جو ہوش نہ کھوئے وہ ہوشیار نہیں

خلاصِ قلب ہی مقبولیت کا خامن ہے
بغیر اس کے دعا دوں کا پچھہ دفار نہیں

کبھی کسی کے دہ محنت رہو نہیں سکتے
خود پنے نفس ہی پہنکوا خذیار نہیں

یہ کہہ دو ملکہ کے قانون ساز سے غازی
جو دل نہ بیٹتے دہ آئُن پا سیندا نہیں



اک تیر القصور ہی مرے واسطے بس ہے
مرنے کا مجھے خوف نہ بینے کی ہوں ہے

جیسا قافلہ والوں میں کوئی قتل ہو اے
ڈدبنی ہوئی یکہوں خون میں آواز جرس ہے

ٹھوکھ میں جو رکھتا تھا سمجھی دام ددرہم کو
گہنبد پہ اسی رست کے سونے کا لکس ہے

ملتے ہنہیں پیمانوں سے شیشے گھے کیوں اب
ینخانے میں یہ جیسا نفاق اب کھے بر سا ہے

اخلاص کا نور آج نہ پاؤ گے کہیں، تم
ہر شخص کی آنکھوں میں ایسی زگی ہوں ہے

یکہوں در بھی بینے کی مت اکھروں غازی
یہ زندگی جتنی بھی ہے میرے لئے بس ہے

شکریک، درد کوئی مہکر بانٹک نہ ہوا
گذر کسی کا ہر سے رہمان تک نہ ہوا

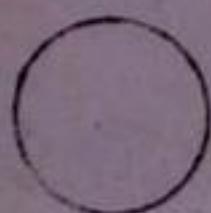
مرے یعنی نے وقار نے دیا فریب مجھے
دہ آسیں میں پچھا تھا گھمان تک نہ ہوا

زبانِ عشق پہ آیا تو لوگ چوکٹ پڑے
دہ ما جرا جو کسی سے بیان تک نہ ہوا

شعور پاؤں اٹھا کر ہو اے قدم آور
دہ طفل نازِ بھی لنجوان تک نہ ہوا

میں قتل ہو گئی لیکن ادائے قتال دیکھو
ہتھیلیوں پہ لہر کا نشان تک نہ ہوا

دہ فن ہی کیا ہے اے غازی ڈشاعری کیا ہے
کہ جس کا ذکر بھی اہل زبان تک نہ ہوا



ہے بڑی بات جو تو سمجھے سزا داروں میں
کیوں نہ ہو نازک ہوں یہ تے گھنگھاروں میں

طور کچھ ایسا ہی پایا ہے طرح داروں میں
گھر کے منظر میں کوئی فرق نہ بازاروں میں

جن کی اک ضرب نکل فتح کے ہر ائے عالم
آج کیوں زندگی لگا ہے انہیں تلواروں میں

کوئی عینوار نہ آیا مرے کوچہ کی طرف
مجھ کو بھی سمجھا گیا ہو گا خط کاروں میں

مطلبی درست کو دشمن سے بھی بدتر سمجھو
دقت بد لے تو یہ ہو جاتے ہیں تھداروں میں

جو بھی اک لمحہ کی غلطیت کو سمجھ جائے گا
رذ و رثب پانے گزارے گا نہ بے کاروں میں

اس طرح دقت بھادیتا ہے خوشنیوں کے چراغ
پھر یہ جلتے نظر آتے ہیں تھواروں میں

پسح ہی کہتے ہیں یہ ار باب تقوف غازی
بات عرقان کی ہرنی منہیں بازاروں میں

گرید! جو ہر غیرت ہے بے ذردوں میں بھی
ہزاروں سغلے ہیں پوشیدہ کنکردوں میں بھی

مژرا کرب ہے ہر شدید سے پیدا
کہ ہوتی ہے رگ احساس پھردوں میں بھی

کوئی ہے شاہ کوئی باشاہ کوئی فقیر
تفاہد نہیں ہے سخت مقداروں میں بھی

خدا کی شان بوڑھیو مرے کرم فرما
ہے دستوں میں بھی شامل تمہاروں میں بھی

خوبی اجالوں سے ملتی ہے الیسی بات نہیں
دیئے گھردوں میں جلتے ہیں مفردوں میں بھی

جو ستحت نہیں داد سے بے محروم
سیاست آگئی آخر سخنزوں میں بھی

متایع فکر کو غازی سنبھال کر پھلنے
ملیں گے سینکڑوں قذاق رہبڑوں میں بھی



لگا کے ہگ دھ سکتے ہیں آشیانوں میں
پرندے ددر بسیں جا کے آسمانوں میں

نہ تذکرہ کرد، بے فُدہ، انا محق کا
کہ آج حُسن صداقت نہیں جوانوں میں

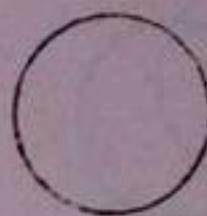
نہ کوئی عمل ہے نہ جذب ایشار
حسب نسب کا سمجھ ہے خاندانوں میں

جو شے کے خون کو حاصل ہوئی تھی آزادی
سمٹ کے رہ گئی ہے ہرف۔ اب ترازوں میں

زبان پہ حرف نشکایت نہ کر بن۔ چھر دل پر
یر خوبی کا نظر آقی ہیں اس دوالوں میں

چمن میں جب سے کھلا ہوں پہنچ لگاب
کھٹک رہا ہوں اُسی دن سے با غبانوں میں

ملا ہے جب سے بنت آگھی کا عنازی کو
گھرا ہٹا نظر آتا ہے قدر دالوں میں



لاکر رہے نہ دقت کی گردش
احباب بھر کے تھاں گئے کوشش مرے لئے

سادہ سا اک درق مری ہستی کو حب ان بھر
توکِ قلم کو دی گئی، جنبش مرے لئے

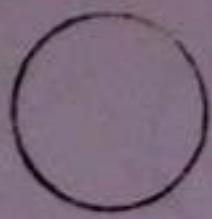
جھٹے سے ہے اتنی کس کو محبت پتہ تو ہو؟
جیسے کی کون بڑا ہے خواہش مرے لئے

ممتاز ہوں زمانے میں اخلاص کے سبب
انفلر، ہی خلوص کی کاوش مرے لئے

ہتھیار میں بھی ڈال ددل قدموں میں دلت کے
حالات کی رہ، ہی یہی کوشش مرے لئے

کوئی سب ضرور بے جو مہرباں ہیں آپ
ممکن نہ ممکن کہ ہر دن نماذش مرے لئے

دعوی میں پارسائی کا فائزی کر دن گا کیوں؟
عاصی ہوں، ہر قدم پر بے اعزش مرے لئے



دُه گل چمن تھا نیز سے، کو خزان سے بے خبری رہی
مرے دل کا باع نکھلادیا، مر دل کی شاخ ہری رہی

مرے سر پر دھوپ کا سا بان رہا زندگی میں نفس نفس
اسی را دکا تھا میں راہ رو، جہاں نفس بے شجری رہی

نہ تھا امن کا کہیں غلغٹ، نہ تھا دل کے جوڑ کا سد
مرے شہر میں مر گاؤں میں شبِ روز فتنہ گھری رہی

دُہ نگاہ جس پر تھا اپنا حق، وہ نظر کا اپنا کہیں جسے
بھی پیار دیتی رہی ہمیں بھی نفرتوں سے بھری رہی

نہ قیام کر سکا اک جگہ بھی شہر میں بھی گاؤں میں
نہ تھا نہ دگی میں اکمل میں، مر ساکھہ دریدری رہی

نظر آنا تھا دہ قرب سے، دُہ جڑا تھا یہ سکیفت سے
بچھے ڈر تھا جس کے دجور، مری ذلت آئے ڈری رہی

نہ بچھے سوری زبان ملا، تری دسترس میں ستر فن رہا
مرتے پاں غازی اماں اگر، رہی بچھے تر بے ہزاری رہی



جو مقام کے آگئے لفظ دبیاں تک
ہے اک مشکل انہیں لانا زبان تک

دہ ہر جا ہے مکاں سے لا مکاں تک
مگر ڈھونڈے بھی تو ڈھونڈے کھاں تک

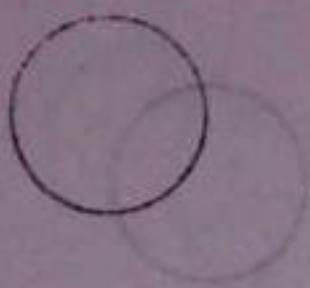
تہاری دسترس میں صرف دنیا
پہنچ اپنی مکاں سے لا مکاں تک

ضادِ شہزاد پر میداں میں نکلو،
نہ رکھو خود کو مرغ آہ و فناں تک

جہاں نیلام من ہونے چلا تھا
وہاں خاموش تھے کشینہ گھاں تک

خودی کے راستوں کے یقین دخم میں
بھٹکتے، میں امیر کارداں تک

سکپا، ہی ہوں مجھے آواز دیٹا
بڑھے گی بات جب تیرد کماں تک



توڑڈاں ہیں تیری الفٹ کی زنجیں یہیں تمام
اس ن SCN کی مثادیں دل سے تحریر یہیں تمام

جس سے اس کا بخت تھا اک اک نفس روٹھا ہو
ہو گئیں ناکام مقصد، اسکی تدبیر یہیں تمام

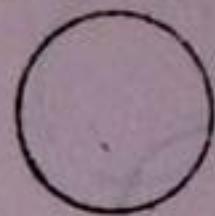
لے لیا ہے اپک اک گھوٹے نے دیرانے کا، روپ
بن گئی ہے شہن میں تخریب، نعمتیں یہیں تمام

روشنی اپنی کھاں لیتا ہے والپس کوئی مہر
عکس کو اپنے سینیں کیسے نقویں متم

اب کہاں جا سکتا ہے دہلوٹ کر اس راہ پر
لٹ چکی ہیں اسکی جس رستے پہ جا گیر یہیں تمام

اس کی چپ میں بھی انوائے درد کا امداز بے
اک خوشی میں سمعت آئی ہیں تقریب یہیں تمام

سر فرد شور نے نکالے جو صلے غازی سبھی
جنگ کے میدان میں لہرا میں مشیز یہیں تمام



اپن کردار جو تاعمر سنبھالے ہوں گے
ان کے اخلاق سے دنیا میں آجائے ہوں گے

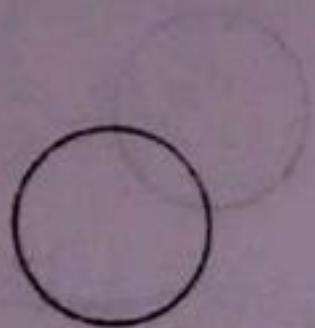
میکر دشمن کی یہ جرأت ہی نہیں تھی لیکن
میکر احباب مرے عیب اپھالے ہوں گے

جو، تری ذات پر مرثٹنے کا رکھتے ہیں ہنر
ان کے جینے کے سب انداز زدالے ہوں گے

زندگی کھڑی ہے انسانوں کو بے بنی کیے
یہ تماشہ بھی یہاں دیکھنے والے ہوں گے

میں نے احباب کے چہروں کی چکڑ دیکھی ہے
کسی فتنے کی نئی راہ نکالے ہوں گے

دُہ فنا ہو کے بھی زندہ ہی رہیں گے غازی
ہر کسی کا، جو محلاً چاہئے والے ہوں گے



یہ آپلے ہیں پاؤں میں سب دربداری کے
ہم آج ہیں مارے ہوئے نثار یہ سری کے

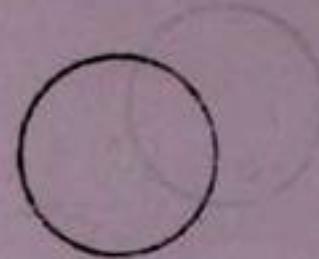
میں اب بھی جہالت کے چھپاؤں میں پڑے سب
قاٹل ہوئے انسان کھاں رہشن رُظُری کے

خود ساختہ رہبَر کی قیادت نہیں، منظور
آشناز کھٹاں رکھتے ہیں، یہ معتبری کے

باردَدَے آڑ جائے گی اک روز یہ دُنیا
حالات بتاتے ہیں، یہی فتنہ گری کے

چھاٹے ہوئے ہیں اہل جنزوں، اہل خرد پر
یشور ذرا دیکھے کوئی آشناز سری کے

جنزوں کی محبت نہ ملی اس سے لئے غازی
حوال رضم کرنے سکا جامہ دری کے



پا گھٹے ہیں جو آجھی چہرے
دینے والے ہیں روشنی چہرے

جن سے لفت بھی شہزادوں کو
سامنے آئے پھر دی چہرے

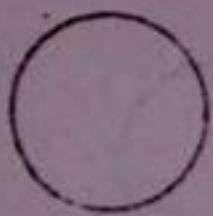
کیسی مجبور یاں ہیں کیا معلوم
یکوں بدلتا ہے ادمی چہرے

بائیں اسیں دوڑ کی زبرد حالی
غم زدہ ہیں گلی گلی چہرے

بیکھہ کھر صبح کا سلونا، پن
یاد آتے ہیں شب نبی چہرے

خوف ددشت سو سب لرنے تے ہیں
جب نکلتے، ہیں ہاتھی چہرے

جن سے آمید بھی ہمیں غازی
آج مایوس ہیں دی چہرے



تر معصیت د جرم سے دامن ہنیں ہوتا
سمجو کہ گھنگھار رکھ پن ہنیں ہوتا

ہے ایک ہنر سادہ زبان شعر و ادب میں
الفاظ کا آجھ اُ کوئی قن ہنیں ہوتا

ایشار طلب کرتے، میں تم سے گل دغلزار
جب نہ نک نے پسخے خون سے گلشن ہنیں ہوتا

انسان کا کھردار جنم دیتا ہے اس کو
انسان خود انسان کا دشمن ہنیں ہوتا

کیوں میکے سر را دہ جس میں ہنیں خوشبو
کا نہ تو فقط کا مٹا ہے چند نہنیں ہونا

غازی کبھی خود کو بھی نہ بے عیب سمجھنا
بے دار غ کسی شخص کا دامن ہنیں ہوتا

پھول کا نئے طنز دشتر مہیں دشناام سب
درحقیقت زندگی کے ہو گئے ہیں نام سب

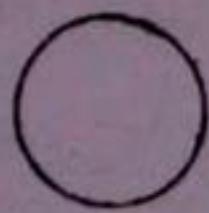
قدر کے معیار کے تہذیب کے انعام سب
کب شریفون کے مقدار میں ہیں یہ اکرام سب

یہ ترقی حکمرانوں کی علامت ہے کہاں
آج پھر باردد سے بُرنے لگے گودام سب

یوں تو میرے گرد بھی ہے سنتے ناطوں کا ہجوم
کوئی بھی میرا نہیں بٹے ہیں برائے نام سب

کسپری کے زمانے میں کوئی آنا نہ ملت
میری خوش حالی کے ساتھ درد کام سب

دیش کی کھرسی ہو غازی یاد طن کی رہبری
پسے بس کے ہی نہیں یہ لیڈری کے کام سب



یغرت سکھ بے تو بگر کے آس پاس
محبور تشنہ لب ہیں مندر کے آس پاس

پھر ہور ہاہے شہنشہ میں انسانیت کا قتل
دیکھا ہے ڈھیر لاشوں کا ہر گھر کے آس پاس

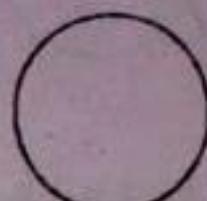
گر جا ہی شرمدار نہیں ہے فتا دیر
گھنڈ اسکوت آج ہے مندر کے آس پاس

منظوم پھر میں جنبز کے زاغ میں آج کل
کا نٹوں کا رقص پھر ہے گل تر کے آس پاس

افنوں اُ سکے، امن کے ارماں نے لوڑا دم
مالوں سیاں، میں اب دل مفطر کے آس پاس

منزل بھٹک ملی کے ابھی راستے پہ، میں
رہ داداں اُ داں، میں رہ بگر کے آس پاس

غازی گلی گلی میں بے ما حول جنگوں کا
ڈیرہ بے خوف کا ابھی ہر گھر کے آس پاس



تلاطمِ غم سے کھیلتا ہے جنوں سے اپنگی بڑھا کر
ستا ہے ملٹی ہے دل کی منزلِ خرد کا نام دنشاں مٹا کر

نظامِ گلشن بتانیوں کے قشید تو سحر لیں اگلوں کو
مگر یہ قدرتِ ہمار کے گلشن میں روح کو رکھیں دبادبا کر

دیوارِ برق و شر رہے دُنیا، بتا ہیوں کا، نگر ہے دُنیا
جو پاس میں نقیدِ خیر ہے تو سکون ملے گا وہیں پہ جا کر

ہزار شکوہ بعثتِ اشیک ہائے عالمِ پیغمبر سے پھوٹے
کھسی نے پوچھا مزاجِ میرا جو آپکی نیز بیت بتا کر

عفنت ہے اربابِ زمِ عالم انھیں مٹانے کی سوتھتے ہیں
کیا ہے جس نے جہاں کو نہ نہن پسے گھر کا دیا تجھ فخر

اے کوئی حق ہنیں کر لو گوں میں مل مل انکی بات پھیرتے
نہ چل سکے جو مصیبتوں میں قدم میرے رتدم ملا کر

خلوصِ دل پر ہو جبا حباب بدجمان لغت کھایا یہ دل سے
زمانے کی نکر تھوڑا غازی جو، ہم سمجھ تو خدا خدا کر



ایک مجبو رکھ کیا دیتے
جھرٹ کیں دیتے یا اُٹھادیتے

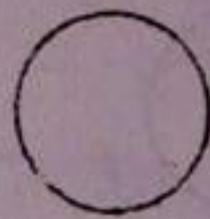
پنے گھن کو، تم دعادیتے
قرض اخلاق کا چکا دیتے

دو دلوں کا خیال رکھا تھا
آپ ان سے ہمیں ملا دیتے

تم بھی کھڑلاتے آج کے رہبر
کوئی فنا نہیں اُٹھادیتے

میں نے ماتاکہ بے خلش جھے سے
بہتر اخلاق ہی دعادیتے

غشت کے سب مریعن بخت غازی
یہاں کس کس کو تم ددا، دیتے



غزوں کی بھیزی شد میں ایسے۔ بھی فرد ملتے ہیں
جو اپنی ذات سے محبو بُر دلتے ہیں

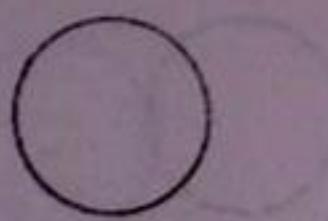
اپنیں کے بیسنے میں ہوتے ہیں آلسٹنی لافے
نظر جھکائے، مزا جاؤ جو سرد ملتے ہیں

جو آفتاب پُنر سختے بھی زمانے میں
دَه مبتلا شپ کرب ددر دلتے ہیں

سلگتے وقت کے ہمراہ ہم جیسیں یکسے
نہ لوگ سریدنہ موسم ہی سر ملتے ہیں

نم آنکھ، سنگھ دلوں کی بھی، ہم نے دیکھی ہے
کہ پھر دن میں تھی انسان سے درد ملتے ہیں

الٹ کے رکھ دے زمانے میں جو بساطِ ستم
کھڑا زمانے میں غازی، دَه مرد ملتے ہیں



بے خوف و خطر آگ کے دریا میں کھڑا ہوتے
بیدار صمیمیں کی قیادت میں پلا ہوتے

دُہ بارٹھ شعاعوں کی تھی، مجھ پر کہ غصب تھا
تحا دُورہ رک سائے سے کھٹک کے گمراہ ہوتے

چڑھتی ہوئی اس دھوپ میں چھوٹا ہے مرائد
ڈھل جائے گا سورج تو بتاؤں گا بڑا ہوتے

میکر لئے شہرت کی جہاں فصل کھڑی تھی
اس دادِی زر خیز سے، میں لوٹ گیا ہوتے

انہاں کی بھلائی کا کونی طور نہ پا سکر
موجودہ سیاست کا چلن پھوڑ رہا ہوتے

ہے جہاں کی بہتات مرے شہر میں غازی
ہر عالم کا قلعہ ان بیہاں دیکھ رہا ہوتے



کمزور نکا ہوں کو، چاہے بھی ہنہیں ملتے
فطرت کی بختی کسے خاکے بھی ہنہیں ملتے

بھٹکے ہوئے راہی کو گم کر دؤ منزل کو
رہ ببر بھی ہنہیں ملنا رستے بھی ہنہیں ملتے

خاموشی لب اپنی ذلتت کو چھپانی تے ہے
لقوبر سے کچھ چہرے مل کے بھی ہنہیں ملتے

ہے منتظر مانے میں ہمدردی انسان کا
احاس کے زخموں کو پھاہے بھی ہنہیں ملتے

جن لوگوں نے قوموں کی ناریخ لکھی ادھر
کیوں ان کی مزادری کے بختی بھی ہنہیں ملتے

ہم اہل نظر کو بھی اس بات پر یحربت ہے
آئینہ جو ہوں ایسے چہرے بھی ہنہیں ملتے

مقتل کی زمیں پر کھوں دھول انبت اڑی غازی
جانباز دس کے ہونٹوں پر دعوے نہیں ہنہیں ملتے



کاغذ پکھ لے سرچ سمجھ کر آنارے
رتیب دار فکر کے دفتر آنارے

آمادہ فساد ز میں پر ہے آدمی
اب خلد سا گنوں کو زمیں پر اٹارے

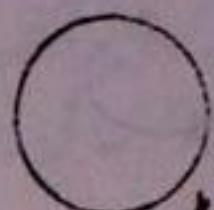
اک تیرے ار مقاں محبت کے ہم تار
اوڑھی ہے تو نے مکر کی چادر اٹارے

جس سمت کٹ ہے میں انڈھیر میں قافلہ
اس سمت جگنوں کا لٹکھڑا اٹارے

لغنوں کی تشنگی سے طے ذہن کو خجالت
میکر ذہن میں ایسا سمندر آنارے

غازی ہوں کے جام سے نفرت بھی ہو گئی
یعنی میں کوئی درد کا ساغرا اٹارے

—



آئیں نظر کر چنگی مکالوں کی لکھڑیا سے
سُورج کی آگ برسی تو جل آٹھی بستیا سے

کاٹے گا فتنہ ل آگ کی اسال ہر کسان
برسی یہیں اب کے دھوم سے کھیتوں میں بجلیاں

ٹلان میں نہ پھولوں کے چہرے را گز ملنے
لشکاری اُمر نے شاخوں پہ دامن کی دھنجیا سے

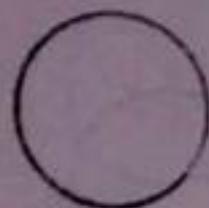
قاتل قلم ہے وقت کے فسیل ردا کا بھی
کاغذ پہ لفظِ رحم کے مد نی ہیں سختیا سے

نکلی ہے عین کھرنے کو سیاں آرزد
باہوں میں آج بھی ہیں پگھلتی جوانیاں

مردہ صمیم رکھتا نہیں اپنی آنکھ نم
حاس دل ہی روتا ہے لے لے کے سکیاں

بیٹ پار کر رہا ہوں میں قلعتوں کا آج سکل
کاندھ پر رکھ کے پھرتا ہوں میں بھی کہانیاں

کا غندہ پہ اپنی فکر کا پروپت دکھائیئے
اوپنچاٹیاں دکھاتی ہیں غازی پہاڑیا سے



فتیت نے میری یکساں کھا خردیا
مجھ کو سر درِ غم سے، ہی مخدوم کر دیا

زادِ سفر جو لوٹنے ہمیں مختصر دیا
پھر بھی گئی ہے، رسیدہ بہت طول کر دیا

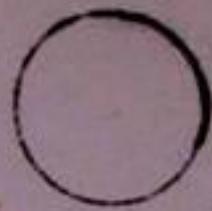
اک شب میں چراغ جلا پاؤں گا مجھی
قصت نے کیا استم کیا کا غذ کا گھر دیا

جب بھی جنوں کے شہرنے دی ہے خوشی ہی ہی
شہرِ خرد نے جب بھی دیا درِ سر دیا

مجھوتہ کرنا دقت سے بے سود ہی رہا
کا نتوں سے اس نے دامنِ مقصد کو بھر دیا

خوشنیاں سیئنے کو میں نکلا تھا گائیں میں
لوگوں نے تلخ ہجوسے دامن ہی بھر دیا

فازی کر دے گے جنگ خلاڑیں میں کس طرح
تم نے زمیں سے رشتہ ہی جب ختم کر دیا



فطرتِ احباب کو پیش نظر رکھا نہ تھا
میں ابھی سہمت بجربوں کی راہ سے گذرانہ تھا

زینتِ لب تھے بنے بد طینتوں کے تذکرے
نیک ناموں کا ہمیں ماحول میں چرچہ نہ تھا

مال بھی آئے گھا اس آئیں کہ محدود ار میں
میں نے اس انداز سے پہلے بھی سوچا نہ تھا

دھنیاں اس کے خلوص بیکھڑائی کی اڑ گئیں
آسمیں میں اپنی جو خنجر کبھی رکھا نہ تھا

آج کے انسان کو پڑھنا ہے اک امرِ محال
اس سے پہلے آدمی کا دوسرا چھٹا نہ تھا

آج یکوں ہے فطرت پانے بزرگوں کا حریف
کل کا شاعر عاذنا بھی بے ادب ہوتا نہ تھا

اس کے سوچانے سے جا گے خوبیوں کے تذکرے
کون کہتا ہے کہ غازی آدمی اپھتانہ تھا

خبر بھی ہے بجھے اے دد اذیتیں ہیں بہت
نئی روشن کے مقدار میں ہتھیں ہیں بہت

شغور چاہئے خود کو بچا کے چلنے کا
ترپاہ ہونے کی دنیا میں صورتیں ہیں بہت

سوال یہ کہ کونی آج سننے والا بھی ہے
زبانِ وقت پہ سبھی حکایتیں ہیں بہت

سمجھ کے زندگی عشق مانگ دیوانے
حیاتِ عشق میں ناداں اذیتیں ہیں بہت

زمانے! ہم کو کسی طرح تنگ دل نہ سمجھو
سمندرِ دل کی طرح ہم میں اس عتمیں ہیں بہت

سجادوں ہر نٹوں پہ بھوں حرف آنٹھوں پہنڑ
جھر کے زخم رکھانے کی صورتیں میں ہیں بہت

یہ اور بات ہے خاموش ہے غریب اب تک
متباہ سے غازی کو تم ہے شکایتیں ہیں بہت

خوبی رہتا ہے آنکھوں سے بات کرنا ہے
دُوہ آدمی جو حمندر کی طرح گھر رہا ہے۔

نہ کوئی ربط ہے اس نے اس کو دیکھا ہے
مری حیات کا پھر۔ بھی دوہ ایک حصہ ہے

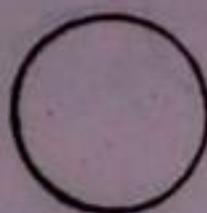
ہمارے شہر میں اک شخص ایسا آیا ہے
بھلستی دھوپ کو اور بھے، ہر نے دوہ پھرنا ہے

گلی گلی میں بے خوف دہرا اس کا موسم
تمام شہر، ہی اب سائیں سائیں کرنا ہے

کوئی تو ہے دوہ، بجور رہتا ہے ذہن میں ہر ڈل
کوئی تو ہے جو مرے ساتھ ساتھ چلتا ہے

حماقتوں کا نشہ بھی کبھی اُترنا نہیں
یہ ایسا جادو ہے جو سر چڑھا ہی رہتا ہے

عزیز تر ہی رہی اپنی جاں اے غازی
حوادثات کے رستے پہ کون چلتا ہے



بلند اپنا رتبہ اگر ہو رہا ہے
 تو سمجھو حسد کا دہ کھر ہو رہا ہے

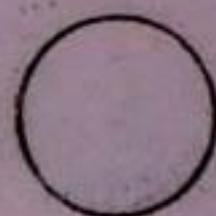
 کوئی ہمسفر ہے نہ ہے کوئی اور ہمسفر
 عجب زندگی کا سفر ہو رہا ہے

 کہیں دل خراشی کھٹیں خون ریزی
 یہ چرچہ، راکٹ گام پر ہو رہا ہے

 بڑھی جاری ہے مرے دل کی دھنیکن
 یہ کس کی گلی سے گذر ہو رہا ہے

 یقین ہو چلا اُن کو میری خط کا
 مرادر دل معتبر ہو رہا ہے

 دیا ہے نفع در دل جس نے خلائقی
 دہی بھر سے اب بے خبر ہو رہا ہے



ذہنِ شاعر! اے سب تیرا خل ن کہتے ہیں
جیسے اربابِ ادب، صفتِ غزل کہتے ہیں

ہے محبت کی نشانی کی الگ ہی لقتنیہ
جو نہ پڑے کو بھی کہیں تاجِ محل کہتے ہیں

سوچنے والی نظرِ خوب ہمیں جانتی ہے
، ممکن ہیں کہ جو، ہر باتِ اُمل کہتے ہیں

ہے نظرِ جن کی ہمیشہ ہی سے مستقبل پر
زندگی کو د ہی میدانِ عسل کہتے ہیں

کارگر جب کوئی تدیر نظر آئے مہیں
اس کو پیشان لقتدار کا بل کہتے ہیں

جن کو دیکھے مسرت کی کرن پھوٹ پڑے
ایسے جہنسوں کو محبت کا کنوں کہتے ہیں

سلگتی سالسوں میں بیجینے کا تجربہ پر کرلو
جلاد خود کو تم اتنے کو سوچتے کرلو

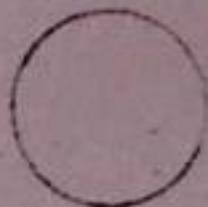
گذر ہی جاؤ گے تم پیغادری کی یورش سے
مکر ہے شرط بلند اپنا حوصلہ کرلو

سُور و کیف کی خاطر کہاں بھٹکتے ہو
تم پانے گرد ہی تعزیر میکھ کرلو

چاٹ و موت کی منہید بعد میں لکھا
شغورِ زلیت کا تم پہلے تجذیب کرلو

ہمیں ہے ڈر کے ضمیم دانا کو کھرد دے
بغیرِ بھیڑ کے بیجینے کا حوصلہ کرلو

اگر ہے خواہش عرفانِ ذات لے غازی
خدا کے دوست بنو دیں کو آئینہ کرلو



وفارِ آدمیت سے خرد کو آشنا کر دو!

ا جل تحریب کے پرہوں نفع گائے جاتی تھے
کہ تاریخ اپنی خونی دار تاریخ دہراتے جاتی ہے
بھٹکے ہمیں ابھی تک قافلے راہِ ذلالت میں
ابھو کچھ اور شاید ذلتیں لکھیں ہمیں صفت میں
ترقی ہو رہی ہے عسلم دالوں کی جہالت میں
درندوں کا ہے اک لشکر بس اس آدمیت میں

چہ کس اس نے ردِ شنی پا کر کیش ظلمت کو نہیں پھوڑا!
کہ اک بھائی نے بھائی کی عدالت کو نہیں چھوڑا!

یہ شور انگر زد ہفتہ تک وحشت خیز نظرے
چھٹنی ہڈیاں ٹوٹے ہوئے سر، خون کے نظرے
بنادیتے ہیں خون آشام تہذیبوں کے نظارے
اچھلتے ہیں سر مقتل ابھی تک مُرخ فوازے

یہ آگ اور خون کا منتظر ہے چیخیں درد مندوں کی!
زمیں پر اے خدا یاد کیجھ حالت پانے بندوں کی!

سبت ملتا ہے ظلم دھر کا جن درس گاہوں میں،
پلاکرتے ہیں شر انگر زد فتنے جن کی بانہوں میں
رہا کرتے ہیں مدنگی کے قاتل جن پناہوں میں
ہو اکرنا ہے ذکرِ معصیت جن رو سیاہوں میں

خُدا تو میق دے تو سر کچل دو ایسے جاہل کا!
ہنماں ہے جس کے ذکرِ حق میں پہلو فتنہ و باطل کا!

لگا کر جھوڑ کا پر یہاں مدد سخورنا ہے ۱ یہاں شیخِ حرم قرآن کا مشیٰ لام کھرنا ہے
یہاں پر تھوڑی پوچھ کے پنڈت پیٹ بھرنا ہے ۲ یہاں انسان انسان کا ابو پی کھرنا ہے
خدا معلوم سچائی یہاں بسدار کت ہو گی!

یہاں ظلمت کدے پر بارہ سن اوڑا کب ہو گی!
خدا معلوم سچائی یہاں بسدار کت ہو گی!

خرد پر اب نظر آتا ہے غلبہ چیرہ دستی کا
کوئی پر ماں نظر آتا ہمیں مجھور مہستی کا
بڑا ہے حال یا رب تیری دنیا بیری بستی کا

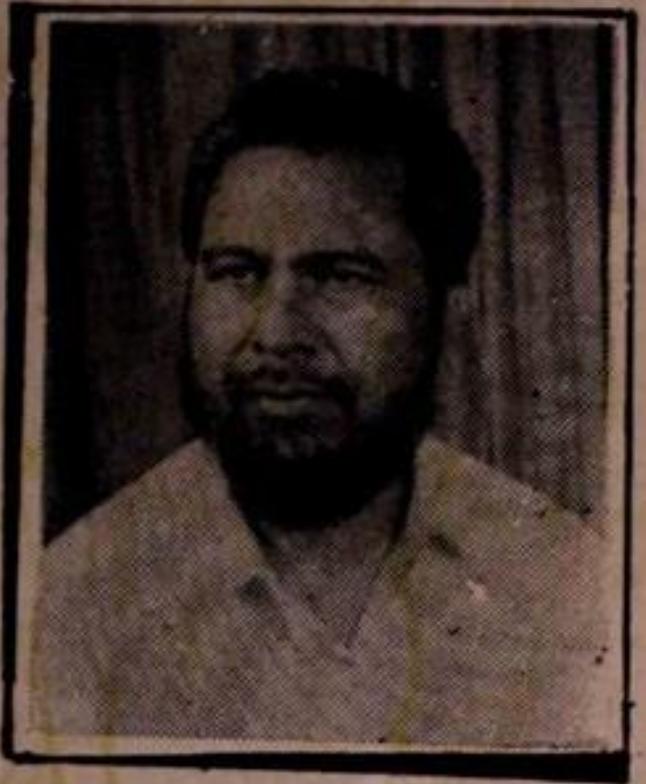
خدارا کام لے ایثار د خدمت کا جو الون میسے!
عذر حکایتی چھین لے اب حکمر الون میسے!



الٹ دد امن کے شیدا بیوں تختہ شرارت کا
نہ لہرائے بھی ماحول میں پر جم عدادت کا
مشادر علم کی طاقت سے ہر لفڑی جہالت کا
بیہاں کے گونڈہ گورنڈ میں بکے ڈنکا صدر اقت کا
غزیبیوں کے ہبھو کی قدر و صیت ہو زمانے میں
خوشی کے روشنی کا فیض ہو ہر آستینیتے میں

بین اہلی خرد کو از رہ اسلام ہے اپنا
بھی اک مشغل اے غازی صبح دشام ہے اپنا
خرابی خرد کو ددر بخرا کام ہے اپنا
جہاں کے درد مندر دل کھینچئے بیعام ہے اپنا

سندھ مرکزِ انسانیت پر نظم بر ہم کو!
سکھاڑا خرام زندگی اولاد آدم کو!!
ذقارِ آدمیت سے خرد کو آشنا کر دد !!
گددازِ عشق سے آئینہ دل کو جلا کرو !!!



جانگتی آنکھوں کے ہالے میں ہوا مقصدِ محیط
حکل کے اپنے خواب کی تعبیر ایسی تھی کہ بس

— مصنف کی دوسری کتابیں —

○ --- فیضانِ نبوت (مجموعہ نعمت) --- زیرِ طبع

○ --- سفینہ نور (منقبت) --- زیرِ ترتیب

○ --- باطِ عصر (غزوں کا مجموعہ) --- زیرِ ترتیب

○ --- کلیدِ عرفان (تحقیق) --- زیرِ ترتیب